# اہلِ قرآن واہلِ حدیث

## تصویر کا دوسرا رُخ


تحریر

مولانا محمد عبدالقوی



ناشر

برکات بکڈپو

Barakaath Book Depot

17-1-391/2/M/1, Khaja Bagh, Sayeedabad, Hyderabad. (A.P.)

# تفصیلاتِ طباعت


| | |
|---|---|
| نام کتاب | اہل قرآن واہل حدیث |
| مصنف | مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ |
| صفحات | ۸۰ |
| کمپوزنگ | سید خواجہ نصیرالدین قاسمی |
| قیمت | 30/- |
| ناشر | برکات بکڈپو، خواجہ باغ کالونی، سعیدآباد، حیدرآباد |


# ملنے کے پتے


مکتبہ فیض ابرار نزد مسجد اکبری اکبر باغ، حیدرآباد۔ ۳۶ 040-65709415

ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ، نزد پدماوتی گرلز کالج سعیدآباد حیدرآباد۔۵۹ 040-24070681

مدرسہ خیرالمدارس، چودھری نگر، لاتور مہاراشٹرا 09421956690

# احوالِ واقعی

انکارِ حدیث کا فتنہ ادھر کچھ دنوں سے مختلف عنوانات اور مختلف مباحث کے در پردہ تیزی سے پھیلتا جا رہا ہے، جن لوگوں نے اس فتنہ کی داغ بیل ڈالی تھی ان کا اسلوب عالمانہ و ناقدانہ تھا، جس میں گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کے بعد اصلاح کی کچھ نہ کچھ توقع تھی، لیکن جن لوگوں کے ہاتھ میں اب اس نظریہ وتحریک کی باگ ڈور ہے، ان کا طریق کار انتہائی جاہلانہ وظالمانہ ہے، جس پر ضد وعناد و بے تہذیبی کا رنگ چڑھا ہوا ہے، نتیجتاً قبولِ حق و ہدایت کے امکانات موہوم ہو گئے ہیں، عوام الناس کے دین اور علماءِ دین سے دوری نے اس کو مزید تقویت پہنچائی ہے، حال ہی میں ہمارا ٹمل ناڈو کا سفر ہوا وہاں باوثوق ذرائع سے ایک ٹمل پوسٹر ملا جس کی بابت معلوم ہوا کہ یہ "دوڈا کو ابوہریرہؓ و بخاریؒ" کے عنوان سے منکرینِ حدیث کی جانب سے چھاپا گیا ہے، جس کے بدقسمت ناشرین نے دین میں قرآن کریم کے علاوہ احادیثِ شریفہ کو بھی شامل کر کے ایک نیا دین وضع کرنے کا ان حضرات **رضی اللہ عنہما ونفعنا بهما** پر الزام لگایا ہے۔ یعنی زبانی بے ہودگیوں سے بات آگے بڑھ کر تحریر وتصنیف تک پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ ملت پر بہت ہی برا وقت آپڑا ہے۔ باطل کے چومکھی حملوں کا علماءِ کرام کو سامنا ہے اور انھیں تمام ہی محاذوں پر کام کے لئے کمر بستہ ہو جانا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں عوام وعلماء میں بیداری مہم کے طور پر **۲۶**/ اگست **۲۰۰۰**ء کو ٹمل ناڈو کے قصبہ میل وشارم' میں واقع مدرسہ مفتاح العلوم میں ایک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا

تھا، راقم الحروف کو بھی از راہِ حسن ظن اس پروگرام میں مدعو کیا گیا تھا، راقم نے اس اجلاس میں جو مختصر سا مقالہ انتہائی عجلت میں مرتب کر کے پیش کیا تھا وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو اپنے کرم سے عام وتام فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد عبدالقوی غفرلہ

# فتنہ انکارِ حدیث

**نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم**

**قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ**[1]

**قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل ومن ابی یارسول اللّٰہ! قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقدابی.**

محترم علماء کرام اور قابل قدر طلبۂ علم دین!

اسلام کیا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام کتاب وسنت کے مجموعہ کا نام ہے، اسی وجہ سے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت ایمان والوں کے اوپر لازم کردی گئی ہے، ہمارے علماء وفقہاء نے اصول کی کتابوں میں اس کی صراحت کردی ہے، اور ہمارے اس عقیدہ پر ـــــ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت امت پر واجب ہے ـــــ قرآن وحدیث کی بے شمار آیات وروایات شاہد ہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے مخاطبین ـــــ حضرات صحابہ کرامؓ ـــــ سے لے کر آج تک امت باجماع واتفاق اسے اپنا عقیدہ مانتی اور اسکے انکار کرنے والے کو قرآن وحدیث کا منکر اور خارج از اسلام یقین کرتی آئی ہے۔

---

[1] سورۃ النساء:۶۴

### حضرت محمدؐ کون ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور سب سے آخری رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اپنی سب سے آخری کتاب قرآن مجید اتاری ہے، قرآن کریم آپ کے رسول الٰہی ہونے کی تصدیق کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بغیر رسول پر ایمان معتبر نہیں اور اللہ کی اطاعت بغیر رسول کی اطاعت ممکن نہیں، بلکہ رسول کو اسی لئے بھیجا جاتا ہے کہ اسکی اطاعت کی جائے، صرف اسلئے نہیں کہ پیغام رسانی کر کے اللہ اور بندوں کے درمیان سے ہٹ جائے، یا حین حیات بندوں پر امامت وحکومت کر کے وفات کے بعد اپنی اطاعت کے حق سے محروم ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی اور رسول خاص اسلامی اصطلاحات اور منصب ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ان کو بھیجتا ہے اور وہی ان کی ذمہ داریاں متعین کرتا ہے۔

## نبی کی چند اہم ذمہ داریاں:

### (۱) اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہونچانا۔

| | |
|---|---|
| يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ [۱] | اے رسولؐ! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے (لوگوں تک) پہونچا دیجئے |
| مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنِ [۲] | رسول کے ذمہ تو بس بلاغ مبین ہے |

### (۲) اس پیغام کی تشریح وتبیین کرنا۔

| | |
|---|---|
| اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ [۳] | ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے تا کہ آپ جو کچھ نازل ہوا ہے، |

[۱] سورۃ المائدہ:٦٧ [۲] سورۃ النور:۵۴ [۳] سورۃ النحل :۴۴

لوگوں کو کھول کھول کر بتلا دیں۔

**(۳) اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق اس پیغام پر عمل کرنا۔**

ثُمَّ جَعَلْنَاکَ عَلیٰ شَرِیْعَةٍ مِنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا[۱]

پھر ہم نے آپ کو ایک خاص طریقہ پر کر دیا پس آپ اسی طریقہ کا اتباع کیجئے

اِتَّبِعْ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ[۲]

جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کیجئے۔

**(۴) اللہ کے کلام کو پڑھ کر سنانا، قرآن کریم اور حکمت (وحی غیر متلو) کی تعلیم دینا اور عقیدہ و عمل کی تطہیر و درستگی کرنا۔**

کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلاً مِّنْکُمْ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیَاتِنَا وَیُزَکِّیْکُمْ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[۳]

جس طرح ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں (گناہوں سے) پاک کرتے ہیں۔ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (اور اسکے علاوہ) جو تم نہیں جانتے تھے وہ بھی سکھاتے ہیں۔

**(۵) امت کو اللہ تعالیٰ کی اور اپنی اتباع و اطاعت کی دعوت دینا۔**

اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ[۴]

اے لوگو! جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اسکی اتباع کرو۔

---

[۱] سورۃ الجاثیۃ:۱۸ [۲] سورۃ الانعام:۱۰۶ [۳] سورۃ البقرۃ :۱۵۱ [۴] سورۃ الاعراف:۳

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِی [۱] — آپ کہہ دیجئے، اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو

هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ [۲] — یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی اتباع کرو۔

## (۶) حلال وحرام کی صراحت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرنا۔

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ [۳] — وہ (نبی) ان کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں بری باتوں سے روکتے ہیں پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کر دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا چند آیات سے معلوم ہوگیا کہ رسول کی حیثیت "محض کسی پیغام رساں" اور ڈاکیہ کی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کے بندوں پر اسکے منشا ومراد کو نافذ کرنے والے خلیفۃ اللہ کی ہے۔

## حضرت محمدؐ قرآن کی نظر میں:

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً وباطناً کامل ومکمل بنایا، اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۱) فرما کر آپؐ کی فکر ونظر، علم وعمل اور دیانت وامانت وغیرہ تمام صفات واوصاف کو سند کمال واعتبار عطا کیا۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۲) فرما کر پوری زندگی کی ہر حرکت وسکون پر مہر تحسین وتصدیق ثبت فرمادی۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (۳) فرما کر آپؐ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے تمام کلمات

[۱] سورۃ آل عمران: ۳۱ [۲] سورۃ الانعام : [۳] سورۃ الاعراف: ۱۵۷

کوصحت وصداقت کی ضمانت عطا کی ۔اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَایُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (۴) فرما کر آپ کی بیعت کو اپنی بیعت،مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (۵) کے ذریعہ آپؐ کی اطاعت کو بلاشبہ اپنی اطاعت،وَمَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی(۶) فرما کر آپؐ کے عمل کو اپنا عمل،اور آپؐ کی زبان سے، فَاتَّبِعُوْانِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہَ کہلوا کر آپؐ کی اتباع کو اپنی محبت کا وسیلہ قرار دیا۔نیز اعلان فرمایا کہ رسول اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے ۔مَااَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّالِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔(۷) آپؐ کی اطاعت کو بندوں پر فرض فرمایا، یَاایُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْااَطِیْعُوْااللّٰہَ وَاَطِیْعُوالرَّسُوْلَ (۸) آپ کے ساتھ برابری اور عامیانہ سلوک کرنے کو حرام اور آپؐ کے مرتبہ کے احترام کو فرض قرار دیا۔اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (۹)لاَتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً(۱۰)لاَتَجْھَرُوْالَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِبَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ(۱۱) لَاتُقَدِّمُوْابَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ(۱۲)

بہرحال ان تمام آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں ہمیں یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ نبی صرف پیغام رساں یا مرکز ملت یا امام وقت نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب الاتباع ہادی ورہبر ہوتا ہے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایمان کے بغیر اپنے اوپر ایمان کو ان کی اطاعت کے بغیر اپنی اطاعت کو ناقص وناکمل اور غیر معتبر قرار دیا ہے۔اور جس طرح اپنی کتاب کے بارے میں اِنَّ ھٰذَاالْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ. فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ فرمایا اسی وجہ سے اہل السنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ یہی ہے کہ دین قرآن وحدیث کے مجموعہ کا نام ہے ۔قرآن وحدیث کے درمیان وہی

نسبت ہے جو قلب کو قالب سے اور جسم کو جان سے ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں ۔اسی طرح کتاب وسنت کو ایک دوسرے سے جدا کر کے مذھب اسلام اور دین حق کا تصور باطل ہے۔

## نبی کی جاہلانہ تعریف:

لیکن امت میں ہر زمانہ کے اندر ایسے گمراہ طبقات وجود میں آتے رہے ہیں جو مفادات حاصلہ کے آلۂ کار اور عقل ورائے کے شکار ہو کر جمہورِ امت اور سوادِ اعظم سے علاحدہ ہو جاتے اور اپنے لئے دیڑھ اینٹ کی الگ مسجد تعمیر کر لیتے ہیں۔ اور جب دشمنان اسلام کو ایسی کسی شخصیت یا طبقہ کا پتہ چل جاتا ہے تو وہ لوگ فوراً ان مسلوب التوفیق اور محروم الھدایت افراد کے دماغوں اور دلوں پر ترغیب وتحریص یا ترہیب وتخویف کا جال پھینک کر اور انہیں اپنے قابو میں لے کر اسلام مخالف سرگرمیوں کیلئے استعمال کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ کتاب اللہ کو سمجھنے اور اس پر صحیح معنوں میں عمل کیلئے احادیثِ شریفہ کے ضروری ہونے کے مسئلہ میں بھی کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے یا دشمنانِ اسلام کی طرف سے تیار کئے گئے جنہوں نے محض اپنی عقل ورائے کی بنیاد پر اس سلسلہ میں پوری امت کے برخلاف یہ نام نہاد وخانہ ساز نظریہ وجود میں لایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کے درمیان ایک قاصد اور پیغام رساں کی ہے۔اور ان کی اتباع من حیث الرسول تو واجب نہیں البتہ بہ حیثیت امام یا بہ حیثیت مرکز ملت لازم ہوتی ہے، وہ بھی صرف ان کی زندگی کی حد تک ،ان کے خیال میں" اطاعت" زندہ کی فرمانبرداری کو کہا جاتا ہے اور جب رسول کا وصال ہو جائے تو اب" اطاعت" کے امر کو پورا کرنے کی کوئی صورت نہیں رہ جاتی۔

یہ ان حضرات کی متفرق تحریرات کا خلاصہ ہے یا جو ان کی دو اہم کتب ا۔مقامِ

حدیث۲۔اسباس زوال امت سے مستفاد ہیں،اسکی تفصیل اہلِ علم مذکورہ کتب میں دیکھ سکتے ہیں۔

## تاریخ انکارحدیث:

علامہ بدرعالم میرٹھی نے صراحت فرمائی ہے کہ انکارحدیث کا فتنہ پہلی صدی ہجری کے بعد کی پیداوار ہے،اورمعتزلہ اس کے بانی ہیں،موجودہ صورت شکل سے گومختلف سہی مگراس درخت کی جڑاسی گمراہ فرقہ میں نظرآتی ہے۔ان سے قبل تمام مسلمان بالاتفاق احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت شرعیہ اوراصل دین تسلیم کرتے تھے۔حتی کہ روافض،خوارج اورقدریہ جیسے فرقوں کوبھی اس سے اختلاف نہ تھا۔

اس باطل نظریہ کی بیخ کنی وتردید کا باقاعدہ کام سب سے قبل سیدنا الامام الشافعیؒ نے فرمایا۔پھرامام احمدابن حنبلؒ،حافظ ابن قیمؒ،امام غزالیؒ،ابن حزمؒ اورحافظ محمد ابراھیمؒ وزیر،حافظ جلال الدین السیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس بے سروپا خیال کا مضبوط ردااوراطاعت رسول کی واجبیت واہمیت کامستنداثبات کیا۔یہاں ہندوستان میں ہمارے علماء دیوبند نے بھی ان تحریکوں کا زبردست تعاقب کیا ہے۔چنانچہ مولانا مناظراحسن گیلانیؒ کی"تدوین حدیث"علامہ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی "نصرۃالحدیث"مولاناتقی عثمانی مدظلہ کی"حجیت حدیث"مولانا رفیع عثمانی مدظلہ کی "کتابت حدیث"مولاناادریس کاندھلویؒ کی"حجیت حدیث"جیسی مستقل تصنیفات منظرعام پرآئیں نیزمولانااحمدرضابجنوریؒ نے"مشکلات القرآن"کے مقدمہ میں،مولانابدرعالم میرٹھیؒ نے"ترجمان السنہ"میں اوردیگراساتذہ حدیث نے اپنی دروس وشروحات میں ضمناًاس مسئلہ پرمختصرمگرمدلل وشافی کلام کیا ہے۔اس طرح کہ کسی متلاشی حق کومزیدتحقیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

معتزلہ چونکہ اچھی معلومات اور خاصا علم رکھتے تھے۔اس لئے اپنے پیدا کردہ اس جاہلانہ فتنہ کو زیادہ نباہ بھی نہ سکے،اور انکار حدیث کی توجیہات وتایلات کر کے اپنا کام چلاتے رہے۔ ماحول میں خیر کے غالب ہونے اور علم وعمل،علماء سے ربط وضبط کا عام رواج ہونے اور اس فرقہ کے بذات خود اہل سنت والجماعت سے خارج ہونے کی وجہ سے امت ان کے ان باطل خیالات سے بفضلہٖ تعالیٰ کچھ زیادہ متاثر نہ ہوسکی،البتہ معتزلہ کا پیدا کردہ یہ فتنہ شدہ شدہ ہوا پرست وآزاد خیال لوگوں کی مدد سے ——علماء اسلام کی مساعی مشکورہ کے باوجود—— کہیں نہ کہیں پلتا اور بڑھتا رہا،تا آنکہ بیسویں صدی عیسوی میں اس نے ایک مستقل مکتب فکر اور باقاعدہ فرقہ کی شکل اختیار کرلی۔

مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

"بیسویں صدی کے آغاز میں جب مغربی اقوام کا سیاسی نظریاتی تسلط بڑھا تو کم علم مسلمانوں کا ایسا طبقہ وجود میں آیا جو مغربی افکار سے بے حد مرعوب تھا،وہ یہ سمجھتا تھا کہ دنیا میں ترقی بغیر تقلید مغرب کے حاصل نہیں ہوسکتی،اور یہ کہ اسلام کے احکام "تقلید مغرب" کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔اسلئے اس نے اسلام کو مغربی افکار کے مطابق بنانے کے لئے تحریف کا سلسلہ شروع کیا۔کیونکہ احادیث زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہیں اور امت کو اپنا پابند بناتی ہیں، پھر مغربی افکار سے متصادم بھی ہیں تو مغرب زدہ طبقہ نے اس کو اپنی من مانی وآزادی کی راہ سے ہٹانا ضروری سمجھا۔اس کار کیلئے کام کرنے ہندوستان میں سرسید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی،مصر میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین،ترکی میں ضیاء گوک الپ بنیادی طور پر معروف ہیں۔گو کہ ان لوگوں نے احادیث شریفہ کا انکار نہیں کیا،لیکن تدریجی طریقۂ کار کے ذریعہ عملی انکار ہی کے مرتکب ہوئے۔"

پھر اس نظریہ کو کسی قدر منظّم طور سے عبداللہ چکڑالوی نے "اہل قرآن" کے نام سے ایک فرقہ قائم کر کے پروان چڑھایا جس کا مقصد حدیث کا مطلق انکار تھا۔ پھر اسلم جیراجپوری نے انکار مطلق کے نظریہ سے ہٹ کر اپنی ترتیب سے اس کو مزید ترقی دی۔ اسکے بعد جب غلام احمد پرویز نے اس نظریہ کی باگ ڈور سنبھالی تو "طلوع اسلام" کے نام سے اس نظریہ کو ایک منظّم اور باقاعدہ نظریہ و جماعت کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ زبان و قلم کے ذریعہ بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولا، آزادی و من مانی کو پسند کرنے والے طبقے نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ نظریہ تھوڑی ہی مدت میں ایک مستقل تحریک اور منفرد دعوت کی حیثیت سے پروان چڑھنے لگا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے جس تیزی سے عوام الناس میں علم دین اور بنیادی اسلامی معلومات کی کمی ہوتی جارہی ہے اسی رفتار سے اس تحریک کو دن بہ دن ترقی ملتی جارہی ہے۔ کم علم بلکہ دین کی حد تک بے علم لوگ چند آیات واحادیث کو لیکر بے بنیاد دعاوی اور نامعقول دلائل بلکہ انتہائی سطحی باتوں کے ذریعہ عوام الناس بالخصوص دین سے دور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے گمراہ کن خیالات کا حامی بنانے میں مشغول ہیں۔

پاکستان ـــــ جو تقریباً تمام گمراہ فرقوں کا مولد ہے ـــــ اس میں تو زور و شور سے ان کا کام جاری ہے۔ اتفاق سے ادھر قریب عرصہ میں انہیں بعض جید اہل علم وصاحب زبان و قلم افراد اہل سنت والجماعت سے ہاتھ لگ گئے ہیں، مثلاً علامہ تمنا عمادی پھلواری، حبیب الرحمٰن کاندھلوی یہ حضرات پہلے اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے پھر شامت اعمال اور شومئی قسمت سے اس گڑھے میں جا گرے۔ انہوں نے اپنی تمام تر علمی صلاحیتوں کو اس فتنہ کی آبیاری اور اس نظریہ کی ترقی واشاعت پر صرف کیا، متعدد تصانیف انکے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں۔ جن میں علمی خیانتوں کے ایک خاص طریقۂ کار کے ذریعہ احادیث شریفہ اور حضرات محدثین

کرام کے تیرہ سو سالہ اعتبار و اعتماد کو مجروح کرنے کی مذموم سعی اور ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب ـــــ **واللہ اعلم بحقیقۃ الحال** ـــــ جانتے بوجھتے ،اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا ہے، اور جس شوخ اور بے ادب زبان وقلم کو استعمال کیا گیا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔[1] جس طرح مشرکین قرآن کریم کو "**اساطیر الاولین**" سے زیادہ ماننے کو تیار نہیں تھے ،اسی طرح یہ حضرات احادیث مبارکہ کو "مذہبی داستانوں" اور "من گھڑت کہانیوں" سے زیادہ حیثیت دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

## منکرین حدیث کے دعاوی۔

اس گمراہ فرقہ کے دعاوی جیسا کہ عرض کیا گیا،متفرق ومنتشر ہیں۔ان کی کوئی ایسی کتاب نظر سے نہیں گذری جو اس فرقہ کے بنیادی عقائد ونظریات کو واضح کر سکے اسکی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ یہ فرقہ کھل کر مسلمانوں کا سامنا کبھی بھی نہ کر سکا۔دبی زبان اور محتاط اسلوب میں اپنے مضامین اور خیالات کے درمیان کچھ ایسی باتوں کو ظاہر کر دیا کرتے ہیں جن سے ان احادیث کا ضعیف یا موضوع ہونا یا اسکے مفہوم ومطلب کا مشکل ومتضاد ہونا ظاہر ہو۔اسکے لئے مختلف مصنفین مختلف باتیں کہا کرتے ہیں۔البتہ ان سب میں قدر مشترک احادیث شریفہ کی معروف حیثیت کو کمزور کرنا اور اس سے کسی طرح جان چھڑانا ہوتا ہے۔اسلئے اب تک جو تصنیفات ورسائل منظر عام پر آسکی ہیں وہ کسی حدیث یا کسی جزوی مسئلہ کی تحقیق کے زیر عنوان ہیں۔مثلاً حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح ،شب برأت کی حقیقت،

---

[1] یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ ائمہ جرح وتعدیل کے الفاظ ہیں اسلئے کہ اسماء الرجال ایک مستقل فن ہے اور اسکا اپنا موضوع اور اپنی زبان ہے۔جس کی زد میں بسا اوقات بڑے بڑے علماء آتے ہیں اردو زبان میں اس کو من وعن ترجمہ سے نہ حقیقت کی ترجمانی ہوتی ہے اور نہ ہی اردو ادب اسکا متحمل ہے،محض راویان حدیث کے بے حیثیت کرنے اور ان کے اعتماد کو مجروح کرنے کے لئے ان لوگوں نے عام تحریرات میں یہ طریقہ کار استعمال کیا ہے،انہی الفاظ جرح کو بوقت ضرورت ہمارے علماء نے بھی اردو کتابوں میں نقل کیا ہے۔لیکن تعبیر میں بین فرق ہے۔

سماعِ موتی، عذابِ قبر، اختلاف امت والی روایت کی تحقیق، موضوع احادیث، زہری وطبری کے مسلک کی تحقیق اور روافض سے متعلق چند عنوانات وغیرہ۔ البتہ بہ حیثیت مجموعی ان کے جو دعاوی ان کی تصنیفات سے مستفاد ہوتے ہیں یا بوقت گفتگو جن کا اظہار ہوتا ہے وہ اس طرح ہیں۔

(۱) قرآن کریم ہی اللہ تعالیٰ کی ایک محفوظ کتاب ہے اور تمام جزئیات وکلیات کو شامل ہے۔ بندے صرف اس کتاب کی اتباع کے پابند ہیں۔

(۲) دین کی بنیاد ظن پر قائم نہیں کی جاسکتی جبکہا حادیث کا پورا ذخیرہ ظنی ہے، اسلئے انکی اتباع درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں پھر میں انکی مختلف رائیں ہیں۔

(۳) آپؐ کی اطاعت مرکز ملت کی حیثیت سے واجب تھی من حیث الرسالۃ نہیں تھی۔ یا صرف آپ کے اسوہ وعمل کا اتباع واجب ہے اقوال کا نہیں۔

(۴) بہت سی احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوع ہیں اور بعد والوں کی گھڑی ہوئی ہیں نیز یہ کہ محدثین خود اکثر ناقابل اعتبار ہیں۔

(۵) احادیث تیسری صدی میں لکھی گئی ہیں اور وہ بھی یادداشت کی بنیاد پر! اسلئے ان کا معتبر ہونا مشکوک ہوگیا ہے۔[۱]

ان کے علاوہ بہت سی جزئیات ہیں لیکن وہ دراصل ان بنیادی مفروضات کے نتیجہ میں وجود میں آئی ہیں۔ اسلئے ان کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں ہے، اس وقت صرفمذکورہ بالا مفروضات ومزعومات کا جائزہ لے لینا کافی ہوگا، چنانچہ ہم ذیل میں ان میں سے ہر ایک دعوے کا حقیقی چہرہ ـــــ حتی المقدور ـــــ قرآن کریم ہی کی روشنی میں دکھانے کی کوشش کریں گے۔ وباللہ التوفیق

---

[۱] یہاں صرف "حجیتِ حدیث" سے متعلق چند اشکالات کو لے کر اس سے بحث کی جارہی ہے، ورنہ اس قوم نے انکارِ حدیث کے بعد دین اسلام کا جو حُلیہ "علومِ اسلام" کے نام سے بگاڑا ہے اس کی تفصیل کیلئے مفصل گفتگو کی ضرورت ہے، البتہ "نمونہ از خروارے" کے طور پر اس مضمون کے اختتام پر ان جاہلانہ بلکہ ملحدانہ نظریات کی ایک جھلک بھی پیش کی جارہی ہے۔

## ان دعاوی کا مختصر تجزیہ۔

جہاں تک قرآن کریم کی جامعیت کا تعلق ہے تو اہل سنت والجماعت بھی اس کے قائل ہیں مگر اس تفصیل کے ساتھ کہ بلاشبہ قرآن کریم ایک جامع ترین کتاب ہے اور وہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں بندہ کی بنیادی راہنمائی کے لئے کافی ہے مگر وہ اشارہ کی زبان ہے اور اکثر کلی احکام پر اکتفا کرتی ہے گو کہیں کہیں جزئیات کا ذکر بھی آ گیا ہے تاہم وہ جزئیہ بھی غور کیا جائے تو فی الحقیقت ایک کلیہ ہی ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے مضامین صرف اصول اور احکام پر مبنی ہیں۔ جن کی تشریح، صراحت اور عملی شکل واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے منشا سے واقف اور اس کے ساتھ رشتۂ وحی رکھنے والی کسی ہستی کا ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سنت ہمیشہ یہی رہی کہ انبیاء بغیر کتابوں کے بھی بھیجے گئے مگر کبھی کوئی کتاب بغیر نبی کے نہیں بھیجی گئی۔ اس وضاحت کو مدنظر رکھ کر ان لوگوں کے دعوؤں کے جوابات ملاحظہ کریں۔

### پہلے دعوے کا جواب

(الف) قرآن فہمی کیلئے اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن میں آپ کو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ کی ذمہ داری کیوں سونپی گئی، عام انسانوں کو خود ہی سمجھ لینے کا اختیار کیوں نہ دیا گیا؟ جبکہ کفار مکہ بھی حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَاباً نَقْرَئُهُ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اور قرآنی آیات لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ اور تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْئٍ جیسی آیات کا مطلب وہی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں کہ قرآن کے ہر مضمون کو ہر عامی و جاہل بآسانی سمجھ سکتا ہے اور یہ کہ قرآن میں تمام مسائل کا بیان موجود ہے۔ اس کے لئے کسی شارح کی ضرورت نہیں تو پھر دونوں آیتوں میں تضاد ہوگا۔ یعنی ایک آیت میں فرمایا گیا کہ قرآن بہت آسان ہے

دوسری میں ارشاد ہے کہ اے نبی! آپ قرآن کریم میں جو کچھ نازل ہوا ہے اُمت کے سامنے اس کی وضاحت کیجئے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن آسان بھی ہے اور مشکل بھی ہے، ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں اختلاف ہے اور قرآن کہتا ہے لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اِخْتِلَافاً کَثِیْراً۔یعنی اگر یہ قرآن غیر اللہ کا کلام ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلافات پاتے،جس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے۔اس جگہ لازماً آپ کو ان آیات کی کچھ نہ کچھ تاویل کرنی پڑے گی اور آپ کرتے بھی ہیں۔اس صورت میں سوال پیدا ہوگا کہ اگر آپ کو تاویل وتفسیر کا حق حاصل ہے تو پھر رسول کو کیوں نہیں ہے؟ پھر اگر ایک تاویل آپ کریں، ایک تاویل نبی کریں تو اطاعت وقبولیت کے لائق آپ کی تاویل باطل ہوگی یا نبی کی تشریح حق؟

پس معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور مرادِ الٰہی تک پہونچنے کیلئے اس کے لانے والے یعنی ''نبی'' کی تشریح اور بیان کا سہارا لینا ضروری ہے اس کے بغیر کچھ کا کچھ سمجھ کر گمراہی و بے راہ روی کا شکار ہوجانا یقینی ہے، رہ گیا آیات کا یہ ظاہری تضاد کہ بعض سے قرآن کا ایسا ہونا اور بعض سے مشکل ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات متعارض اور متضاد ہرگز نہیں ہے، کیونکہ قرآنِ کریم کا ایک حصہ جو تذکیر وموعظت اور نصیحت وعبرت سے متعلق ہے وہ بالکل عام فہم ہے کہ کسی توضیح وتشریح کے بغیر بھی مخاطب کی سمجھ میں آسکتا ہے، اور ایک دوسرا حصہ جو عقیدہ واحکام سے متعلق ہے اس کے سمجھنے کے لئے آدمی نبی کی قولی وعملی توضیح کا محتاج ہے، چنانچہ خود صحابہ کرامؓ کو باوجود ماہر عربیت ہونے کے بھی اشتباہ ہوا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے بعد وہ حقیقی معنی کو پاسکے، جس کی بے شمار مثالیں تفسیر وحدیث کی کتب میں موجود ہیں، جن میں سے

چند آگے آرہی ہیں۔

(ب) نبی کی تشریحات سے بے نیاز ہوکر صرف قرآن کریم سے دین کے احکام کی تشکیل ممکن بھی نہیں ہے۔اسلئے کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات مجمل اور مبہم ہیں۔جن کی تشریح اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کردیتے یا ہم اسے قبول نہ کریں توان پر عمل کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟اگر لغت اور عربیت کی مدد سے ان کے مفہوم ومعنی کو متعین کرنا چاہیں گے تو دین ایک مضحکہ خیز کھیل تماشہ کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہے گا۔دیکھئے! قرآن کریم نے"الصلوٰۃ "کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ صلوۃ لغت میں رحمت، دعا وغیرہ کے ساتھ ساتھ"تحریک الصلوین "یعنی سرینوں کو حرکت دینے کو بھی کہتے ہیں۔اگر کوئی سر پھرا مثلاً رقص کرنے کا نام "الصلوۃ" رکھنا چاہے تو قرآن کریم میں وہ کونسی دلیل ہے جس سے آپ اس کو یہ باور کرادیں کہ"الصلوۃ" کے یہ بیہودہ معنی لینا ظلم ہے،اور یہ کہ اسلام میں صلوۃ ایک مخصوص طریقہ عبادۃ کا نام ہے؟۔اسی طرح قرآن میں"الزکوۃ" کی ادائیگی کا حکم ہے، لغت تو اسکے معنی صفائی پاکیزگی وغیرہ کے بیان کرتی ہے۔اگر کوئی مالدار اپنے مال کو دھلا کر صاف کرلے اور اس حکم پر عمل کا مدعی ہوجائے تو آپ کے نزدیک کس طرح اس کو اس سے روکا جاسکتا ہے؟اور وہ کونسی آیت ہے جو صراحتہً یہ بتلائے کہ"الزکوۃ" کے کیا معنی ہیں۔اسی طرح"الصوم۔النحر۔الحج" وغیرہ بے شمار احکام ہیں اگر احادیث کی مدد نہ لی جائے تو ان کی اتنی شکلیں اپنی اپنی عقلوں سے وجود میں آجائیں گی کہ مذہب ایک مذاق بن کر رہ جائے گا۔چنانچہ نزولِ قرآن کے زمانے میں خود صحابہ کرامؓ صاحبِ زبان ہونے کے باوجود بہت سے احکام کو الفاظ کے ظاہر سے صحیح نہ سمجھ سکے تھے،اسی طرح بعض دفعہ اسکے الفاظ کو تو سمجھ گئے مگر اس پر عمل کی صورت اور اللہ تعالیٰ کی صحیح مراد کو سمجھنے سے عاجز ہوگئے

تھے، لیکن جب نبی سے رجوع ہوئے اور تحقیق کی تو آپؐ کے ذریعہ صحیح صورتحال کا انھیں علم ہوا جس کا ثبوت خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے سینکڑوں سوال وجواب اس قسم کے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں نمونۃً جمع کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اولین مخاطبین قرآن یعنی صحابہ کرامؓ کو بھی قرآن کریم کے بعض مقامات میں اشتباہ ہوتا تھا، وہ نبی کی تشریح کے بغیر محض اپنی فہم سے اس کی صحیح مراد تک پہنچ نہیں پاتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ بقول آپ کے پورے قرآن کریم کو احادیثِ شریفہ سے مدد لئے بغیر ہر کوئی سمجھ سکتا اور عمل کرسکتا ہے تو صحابہؓ خود کیوں نہیں سمجھ کر عمل کر لیتے تھے۔ نبی سے سمجھنے اور اطمینان حاصل کرنے کی کیوں ضرورت پیش آتی تھی؟۔ اس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو خاص اصطلاحات اور اشارات پر نازل فرمایا تھا اور اس کی صراحت بذریعہ وحی والہام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو عطا فرمائی تھی اور آپ کو لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کہہ کر پابند کیا تھا کہ میرے کلام کا حقیقی مفہوم اپنی امت کو آپ اپنے علم الہامی سے قولاً عملاً بتلادیں۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے احکام پر عمل کی صورتیں نبی پر وحی کی جاتی تھیں جس کو نبی قولاً وفعلاً اپنی امت کے سامنے پیش کرتے تھے۔ انہی اقوال واعمال کے مجموعہ کو حدیث کہا جاتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ احادیث کی مدد کے بغیر صحیح معنوں میں قرآن پر عمل کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

(ج) قرآن کریم میں ہے: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْياً اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلاً فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَاءُ اس آیت شریفہ میں نبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام فرمانے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) وحی (۲) پس پردہ خطاب (۳) بذریعہ قاصد پیغام رسانی، قرآن کریم بالاتفاق تیسری

صورت کے ذریعہ پہونچا ہے۔ پہلی صورتوں کے ذریعہ اللہ پاک نے اپنے نبی کے ساتھ جو کلام فرمایا ہے وہ وحی آخر کہاں ہے؟ اور اس پر عمل ضروری نہ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے؟

(د) قرآن کریم میں بہت سی ایسی باتوں کا حوالہ ہے جو قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ مثلاً مَاجَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَا (وہ قبلہ جس پر آپ پہلے تھے) عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ (اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ تم لوگوں نے ـــ روزہ مکمل کرنے کے سلسلہ میں ـــ اپنے نفسوں سے خیانت کی) وغیرہ ان احکام پر قرآن کے مطابق پہلے نبی اور صحابہؓ کا عمل تھا۔ جب کہ یہ احکام قرآن میں اب مذکور نہیں ہیں تو وہ صحابہ کرامؓ کو کس ذریعہ سے معلوم ہوئے تھے، اور انہوں نے اس پر عمل کس بنیاد پر کیا تھا؟ معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی جامعیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زندگی کا ہر ہر مسئلہ اس کے اندر صراحۃً بیان کر دیا گیا ہے اس طرح کہ نبی کی صراحت کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو یہ ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے، نہ عقلی نہ نقلی۔ مذکورہ آیات اور ان جیسی بہت سے آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے احکام نبی نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُمت کو ایسے بھی دیئے ہیں جن کا کوئی ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ پھر محض قرآن کریم کو لے لینا اور احادیثِ رسول کو ترک کر دینا دین کامل کیلئے کیسے کافی ہوسکتا ہے؟

(ہ) خود قرآن کریم نے مَااٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تم کو دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو۔ اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ

وَالرَّسُوْلِ یعنی اگر تم واقعی صاحبِ ایمان ہو تو اپنے اختلافات اللہ اور اسکے رسولؐ کی طرف لوٹا دو (پھر جو حکم ملے اس پر عمل کرو)۔ فَلاَ وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ آپ کے رب کی قسم! کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے اختلافات کو آپ کی خدمت میں پیش نہ کر دے پھر آپ کے فیصلہ پر سر تسلیم خم نہ کر دے۔ وغیرہ بہت سی آیات میں نبیؐ کی اطاعت کا صریحی حکم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ "منکر حدیث" سب سے پہلے "منکر قرآن" ہوتا ہے پھر "منکر حدیث"۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی عامل بالقرآن منکر حدیث نہیں ہوسکتا اور کوئی منکر حدیث عامل بالقرآن نہیں ہوسکتا۔

دوسرے دعوے کا جواب

(۲) یہ کہنا کہ احادیث ظنی الثبوت ہیں اسلئے اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

(الف) یہ کیسے پتہ چلا کہ قرآن قطعی الثبوت ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کریم کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ یعنی ہم نے ہی قرآن اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں، کے ذریعہ وعدہ کیا ہے تو پھر اسی میں حدیث شریف کی حفاظت کا وعدہ بھی نکل آتا ہے۔ اسلئے کہ قرآن محض الفاظ یا محض معنی کو نہیں کہا جاتا بلکہ "نظم و معنی" دونوں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے "ذکر" کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تو "بیان ذکر" کی حفاظت خود اس میں شامل ہوگئی، جبکہ دوسری آیات میں یہ بات اور بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ نیز اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ آیت منزل من اللہ ہی ہے درمیانی لوگوں کا اضافہ نہیں ہے!

(ب) پھر حفاظت قرآن والی آیت جس ترتیب اور جن ذریعوں سے ہم تک

پہونچی ہے اسی ترتیب اور اسی ذریعہ سے احادیث رسول بھی پہونچے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شخص دو باتیں ایک کو قرآن کے نام سے دوسری کو حدیث کے نام سے بیان کرتا ہے تو آپ کہیں کہ آیت پہونچانے میں تو یہ شخص معتبر، مگر حدیث پہونچانے میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیا عقل وخرد اس ہٹ دھرمی کو تسلیم کرسکتی ہے؟

(ج) قرآن کریم میں ارشاد ہے: لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا ہے، دوسری آیت میں ہے: اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو، ادھر بقول منکرینِ حدیث اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ حدیث کی نہ کوئی ذمہ داری لی ہے اور نہ اس کا کوئی انتظام کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف بنا کے ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ آپ بتلائیں کہ حفاظت حدیث کا انکار کر کے آپ اللہ تعالیٰ پر ظلم وکذب کا الزام نہیں لگا رہے ہیں؟

تیسرے دعوے کا جواب

(۳) اطاعت رسول سے متعلق آیات میں یہ تاویل کرنا کہ "آپ کی اطاعت مرکز ملت کی حیثیت سے واجب تھی" محض ایک دعویٰ ہے جسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔

(الف) اگر اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ میں اطاعت مطلق کی ـــــ جو تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے ـــــ بلا دلیل تاویل کی جاسکتی ہے تو اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کی بھی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ میں رسول پر بہ حیثیت حاکم اور مرکز ملت کے ایمان لاتا ہوں "من حیث الرسول" نہیں لاتا تو کیا آپ اس کے ایمان کو تسلیم کرلیں گے؟ اور ہوسکتا ہے آپ اپنی بات رکھنے کو تسلیم بھی کرلیں مگر

کیا اسکا کوئی جواز قرآن کریم سے پیش کیا جاسکتا ہے؟ پس جس طرح "ایمان بالرسول" کے معنی من حیث الرسول آپ کو ماننے کے ہیں اسی طرح "اطاعت رسول " کے معنی بھی من حیث الرسول فرمانبرداری کرنے کے ہوں گے۔

(ب) نیز علماء نے صراحت کی ہے کہ جب کسی اسم مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو مادہ اشتقاق اس حکم کی علت ہوگا۔ پس جس طرح "اَکْـرِمِ الْـعَـالِمَ" کا مطلب "علم کی وجہ سے عالم کا اکرام کرو" لیا جاتا ہے اسی طرح اَطِیْـعُـوْا الـرَّسُـوْلَ کا مطلب رسالت کی بنیاد پر رسول کی اطاعت کرنا ہوگا۔

(ج) اس کے علاوہ یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ رسول کے رسول ہونے کی حیثیت اور ہے، حاکم ہونے کی حیثیت اور ہے۔ حاکم ہونے کے لئے رسول ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ قیامت تک حکام اور ائمہ ہوسکتے ہیں لیکن ان کی حیثیت، مقام، ادب واحترام کیا وہی ہوسکتا ہے، جو رسول کا ہوتا ہے۔ اور جس کا قرآن نے امت کو پابند کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا!

(د) پھر رسول کی بات رسول ہونے کی حیثیت سے نہ ماننا مرکزِ ملت ہونے کی حیثیت سے ماننا، یہ تقسیم بھی کسی ثبوتِ قرآنی کے بغیر ہے، سوال یہ ہے کہ قرآن کریم جب رسول کو ہمیشہ رسول کے نام اور رسول کی حیثیت سے پیش کررہا ہے، تو آپ کو کس نے حق دیا کہ آپ اس کی اطاعت کے حکم میں یہ تفریق وتقسیم اپنی عقل ورائے سے کردیں؟ یہ عجیب معمہ ہے کہ آپ کے نزدیک خود رسول تو قرآن کا شارح نہیں ہوسکتا مگر آپ اس کا حق رکھتے ہیں کہ رسول کی حیثیت کو متعین کریں۔

## چوتھے دعوے کا جواب

(۴) کوئی "حدیثِ صحیح" قرآن کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ اسلئے کہ جب کوئی حدیث اصولی طور پر محدثین کے نزدیک معتبر ہوگی وہ اہل علم کے نزدیک آج تک

قرآن سے متعارض ومتصادم نہیں ہوئی۔خواہ بادِی النظر میں کسی کو ایسا محسوس ہو۔مگر فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہوتا،اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا تو وہی بات فرماتے ہیں جو قرآن میں ہے یا اس کی تشریح وتوضیح فرماتے ہیں یا جو بات قرآن میں نہیں ہے اس کا حکم فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مدد سے خود بیان کرتے ہیں۔چوتھی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہے۔غور کیجئے تو مذکورہ تینوں صورتوں میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ آپ کی کوئی تعلیم وحکم قرآن کریم کے کسی حکم سے متعارض ہو جائے۔آپ لوگ ایسی جتنی روایات پیش کرتے ہیں ان روایات میں علماء اہل سنت والجماعت کو ڈیڑھ ہزار برس میں آج تک ان میں قرآن کے ساتھ تعارض نظر نہیں آیا۔اب چودھویں صدی میں آپ لوگ اپنی عقل ورائے سے زبردستی تعارض پیدا کریں اور دوسرے کی کوئی بات سننے سے اپنے کان بند کر کے اپنی ہی رٹ لگائے جائیں کہ "حدیثیں قرآن سے ٹکرا رہی ہیں" تو اس نامعقولیت کا کوئی علاج دنیا میں نہیں ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں یہ تو ارشاد فرمایا کہ ذالک الکتاب لا ریب فیہ "یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں" یہ نہیں فرمایا کہ "اسمیں کسی کو شک نہ ہوگا" چنانچہ بہت سے لوگوں کو قرآن کریم میں بھی تضاد نظر آیا ہے اور اس کی صداقت میں شبہ ہو گیا ہے،تو کیا ان کو تضاد نظر آنے اور شک پیدا ہونے کا معقول جواب دیا جانا چاہئے یا ان کی وجہ سے قرآن کریم کو ـــــ نعوذ باللہ ـــــ غیر معتبر کتاب کہہ کر رد کر دینا چاہئے؟ خود سوچ لیجئے!

## پانچویں دعوے کا جواب

(۵) رہی کبار محدثین کے رافضی و بے اعتبار ہونے کی آپ کی اپنی اپج! تو حیرت ہوتی ہے کہ حضرات محدثین کرام کی بہترین، بے مثال اور مخلص جماعت جو

زمین پر گویا اللہ کی ایک آیت و حجت ہے اس پر "عمل بالقرآن" کے مدعیوں نے کس قرآنی اصول کی بناء پر الزام طرازی و بہتان تراشی کا سلسلہ شروع کر دیا ہے؟ کیونکہ ان کا یہ عمل قرآن کے خلاف ہے، اس لئے کہ قرآن نے اپنے مخاطبین کو حکم دیا ہے کہ وہ ان تک پہونچنے والی خبروں کو بلا تحقیق قبول نہ کریں۔ اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا احد یہ ہے کہ خود قرآن کریم پر بے سوچ سمجھے گر پڑنے اور تدبر سے کام نہ لینے کو بھی ناپسند کیا گیا ہے۔ اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اِذَاذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۔ ان آیات قرآنیہ کا تقاضہ تو یہ تھا کہ حضرات محدثین کرام کے بارے میں بھی تحقیق و جستجو سے کام لے کر فیصلہ کیا جاتا کہ ان کا عقیدہ و مسلک کیا ہے۔ آخر دیڑھ ہزار برس کے اہل اسلام اور علماء اعلام کوئی نادان بچے تو نہیں ہیں کہ آنکھ بند کر کے کسی کو مستند و معتبر سمجھتے آ رہے ہیں۔ آج آپ نے کس تحقیق کی بناء پر یہ الزام لگایا ہے؟ ہوسکتا ہے آپ کتب اسماء الرجال کا سہارا لیں گے مگر یہ آپ کے حق میں حجت نہیں کیونکہ فن "اسماء الرجال" قرآن نہیں ہے، محض ایک تاریخی فن ہے۔ آپ تاریخ تو کیا حدیث کو بھی نہیں مانتے ہیں، اسی وجہ سے حدیث سے استدلال کو کہانیوں سے استدلال قرار دیتے ہیں۔ لیکن "اسماء الرجال" کو کتاب اللہ کے مرتبہ پر رکھتے ہیں، جبکہ آپ اس فن کی حقیقت سے خوب واقف ہیں کہ اس میں ائمہ فن نے اپنی معلومات کے مطابق رواۃ حدیث کی سیرۃ پر کلام کیا ہے اور پھر وہ خود بھی ایک انسان ہیں، بشری کمزوریوں اور تقاضوں سے محفوظ نہیں ہیں، اس لئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان کی غالب اکثریت اور مجموعی بیانات کو سامنے رکھ کر کسی راوی کا مرتبہ متعین کیا جائے جیسا کہ "قائلین حدیث" بالخصوص ہم "مقلدین" کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے تحقیق کا حکم دیا ہے، اور جب تاریخ رواۃ حدیث کے اس

ذخیرہ "اسماءالرجال" کو بہ حیثیت مجموعی سامنے رکھ کر بلا کسی تعصب و بے دیانتی کے جائزہ لیا جاتا ہے تو معروف محدثین اور حدیث کے مدونین بہ حیثیتِ مجموعی اعتبار واعتماد تو پا سکتے ہیں مگر کسی طرح مجروح و متہم نظر نہیں آتے ۔ ہاں! اگر کوئی حدیث رسول کا دشمن ٹھان ہی لے کہ آزاد خیالی اور اسلام دشمنی کی راہ سے حدیثوں کی رکاوٹ کو ختم کر دوں تو چونکہ تاریخ میں کوئی محدث ایسا نہ ملے گا جس کی بابت کسی کی بھی رائے مخالف نہ ہو اور ان پر کچھ جرح کے الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہوں اس لئے ایسا شخص ان تنقیدوں سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن اس طرح محدثین کرام کے اعتبار واعتماد کو مجروح کرنا اور ان پر وضع یا رفض کی تہمت لگانا انصاف کا خون کرنا ہے۔ حد ہو گئی اس بد دیانتی اور ہٹ دھرمی کی کہ اپنے لئے تو کہیں سے بھی بے سروپا اور من گھڑت کہانیاں وضع کر لینے اور ان کی بنیاد پر کسی بھی محدث وفقیہ کی پگڑی اچھالتے رہنے کی گنجائش ہے اور دوسروں کے لئے یہ پابندی کہ وہ قرآن سے ہٹ کر بات نہ کریں ۔ اپنے کو "آپ" دوسرے کو "تو" کا یہ فلسفہ آپ ہی کو مبارک کسی صاحب علم وسمجھ کیلئے تو کس طرح قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ ؎ تم ہی بتاؤ کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

## چھٹے دعوے کا جواب

(۶) آخری بات یہ کہ "حدیثیں تیسری صدی میں مرتب کی گئی ہیں اس لئے ان کا اعتبار مشکل ہے تو عرض یہ ہے کہ آپ قرآن کریم سے کوئی دلیل پیش کیجئے کہ احادیث اگر مدون ہوں تو اعتبار کیا جائے ورنہ نہیں، حفاظتِ حدیث الگ چیز ہے اور تدوین حدیث الگ مسئلہ ہے اصل مسئلہ یہ تحقیق کرنا ہے کہ احادیثِ شریفہ کی حفاظت ہر دور میں اس دور کے معروف طریقہ کے مطابق ہوتی رہی یا نہ ہوسکی یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ کتابت اور تدوین کب ہوئی ؟ کیونکہ وسائل حفاظت بدلتے

رہتے ہیں اور بدلتے رہیں گے۔ آج حفاظت علم کا ذریعہ جب کمپیوٹر اور سی ڈی بن گئے ہیں تو آپ کی طرح کوئی عقلمند یہ کہنے لگے کہ "چونکہ قرآن کریم چودھویں صدی کے بعد سی ڈی میں محفوظ کیا گیا ہے اسلئے ہم اس کو وہی قرآن نہیں مانتے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا" تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ اگر آپ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کے وعدہ سے استدلال کرتے ہیں تو یہ استدلال آپ کے اصول سے کامل نہیں، اسلئے کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ اس آیت کے بھی آپ تک پہونچنے کا وہی ذریعہ ہے جو احادیث کے پہونچنے کا ہے آپ کے پاس اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ آیت ان لوگوں نے گڑھ کر قرآن میں داخل نہیں کی بلکہ رسول ہی کی طرف سے پہونچائی ہے، انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن کریم ہو یا حدیث رسول ان کی صداقت وحفاظت کے تیقن کے لئے ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ ہر زمانہ کے مروج ومعتبر طریقۂ حفاظت کے مطابق محفوظ رہ کر بہ تواتر وتوارث ہم تک پہونچے یا نہیں؟ جب ایسی بات ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ علماء اسلام نا قابل رد دلائل عقلیہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ عہد رسالت میں بالعموم "حفاظت بالعمل" اسکے بعد "حفاظت بالحفظ والعمل" کا رواج تھا، مسلمانوں نے احادیث مبارکہ کو بھی انہی طریقوں سے محفوظ رکھا اور پورے اشتغال ودلچسپی کے ساتھ محفوظ رکھا، پھر کتابت کا رواج عام ہوا اور اسکی ضرورت محسوس کی گئی تو پورے اہتمام اور نادر انتظام سے اس ذریعہ حفاظت کو اختیار کیا گیا۔ پھر اس اہتمام حفاظت کی عہد بہ عہد تفصیل و تاریخ بھی آپ کے سامنے رکھ دی، متکلمین اسلام نے حدیث کی حجیت اور حفاظت پر اس قدر کتب لکھ دی ہیں کہ کسی متلاشی حق کیلئے ان میں کسی اضافہ کی ضرورت اب باقی نہیں رہ گئی۔ کوئی بدنصیب شپرہ چشم اس روشنی سے آنکھ موندھ کے یہود ونصاری کے قدم بہ قدم چل کر تاریکی میں رہنا چاہتا ہے تو رہا کرے ہمارے لئے ایسے

فرد یا طبقوں کا وجود میں آجانا نہ حیرت انگیز ہے نہ پریشان کن ۔ اسلئے کہ ہمیں ہمارے نبی نے اس کی خبر بہت پہلے ہی دے دی تھی ۔امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خبردار! عنقریب ایسا وقت بھی آئے گا کہ کسی شخص کو میری حدیث پہونچے گی وہ اپنے تخت پر (بے نیازی کے ساتھ ) ٹیک لگائے بیٹھ کر اسکے جواب میں کہے گا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ہم صرف اسکے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھتے ہوں (کسی اور کے کلام کی ہمیں ضرورت نہیں ) خبردار! اچھی طرح سمجھ لو مجھے کتاب اللہ بھی دی گئی اتنا ہی علم اور بھی دیا گیا ہے (یعنی وحی متلو کے ساتھ وحی غیر متلو بھی ہے اور دونوں کے مجموعے سے دین کی تکمیل ہوتی ہے۔)

منکرین حدیث کہئے یا اہل القرآن یا جماعت المسلمین یا کچھ اور! یہ وہی طبقے ہیں جو مغرب زدہ ہے اور اسلام دشمن قوتوں کا شکار ہوکر دین اسلام کو اپنی عقل کا تابع اور اپنی عقل کو دین کا متبوع و ماخذ بنائے ہوئے کسی "لبرل اسلام" Liberal islam کی تیاری میں مشغول ہیں۔ان کے حق میں سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ تجزیہ صدفی صد صحیح ثابت ہوتا ہے۔

حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین ۱/۴۵ میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپؓ نے ارشاد فرمایا: "متبعین عقل حدیث کے دشمن ہوا کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں احادیث کا علم حاصل کرنے اور انہیں یاد رکھنے کی توفیق کبھی نہیں ہوتی ، ادھر لوگ اس سلسلہ میں کچھ سوالات کرتے ہیں تو جواب دیتے بھی نہیں بن پڑتا، شرم دامن گیر ہوتی ہے تو اپنی رائے وعقل سے جواب دیا کرتے ہیں اور عقل ہی سے حدیثوں کا مقابلہ ومعارضہ شروع کردیتے ہیں، پس میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ

۱ شرح العقیدۃ الطحاویۃ :۱/۱۴، ۲ مشکوۃ المصابیح ۱/۸۸

ایسے گمراہ طبقہ سے بچتے رہنا"۔

فاروق اعظم کے اس "فارق بین الحق والباطل" تجزیہ پر ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو صراط مستقیم کی توفیق عطا فرمائے اور ہر زیغ وضلال سے اپنی پناہ میں رکھے۔

**اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه**

---

## چودھری صاحب کے خیالات ونظریات اور عقائد

## بطور "مشتے نمونہ از خروارے" مع حوالہ کتب وصفحات درج ذیل ہیں۔

### اللہ ورسول کی تعریف

(۱) "اللہ، رسول" سے مراد ہی "مرکزِ ملت" Central Authority ہے اور "اولی الامر" سے مفہوم "افسران ماتحت"۔

(معارف القرآن از پرویز، ج۴ص:۶۲۶، شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

(۲) قرآن کریم میں جہاں اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد "مرکز نظامِ حکومت" ہے۔ (معارف القرآن ج۴ص:۶۲۳)

(۳) بالکل واضح ہے کہ اللہ ورسول سے مراد "مرکزِ حکومت" ہے۔

(معارف القرآن ج۴ص:۶۲۴)

(۴) اللہ اور رسول سے مراد "مسلمانوں کا امام" ہے۔

(معارف القرآن ج۴ص:۶۲۴)

---

۱ دیکھئے: مولانا مناظر احسن گیلانی کی تدوین حدیث، ۲ سورۃ الفرقان:۳۲

## اللہ اور رسول کی اطاعت

(۱) اللہ اور رسول کی اطاعت سے مراد ''مرکزی حکومت کی اطاعت ہے جو قرآنی احکام کو نافذ کریگی۔ (اسلامی نظام از پرویز ص:۸۶ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

(۲) رسول اللہ کے بعد ''خلیفۃ الرسول'' رسول اللہ کی جگہ لے لیتا ہے اور اب خدا اور رسول کی اطاعت سے مراد یہی جدید مرکز ملت کی اطاعت ہوتی ہے۔

(معارف القرآن ج۴ ص:۶۸۶)

اس آیت مقدسہ کا مفہوم بالکل واضح ہے اس میں اللہ اور رسول سے مراد ''مرکز ملت'' Central Authority ہے اور اولی الامر سے مراد مفہوم افسران ماتحت۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مقامی افسر سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو بجائے اس کے کہ وہیں مناقشات شروع کر دو امر متنازع فیہ کو مرکزی حکومت کے سامنے پیش کر دو، اسے مرکزی حکومت کی طرف (Refur) کر دو مرکز کا فیصلہ سب کیلئے واجب التسلیم ہوگا۔ (اسلامی نظام ص:۱۱۰، ۱۱۱)

## رسول کو قطعاً یہ حق نہیں کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے

یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے منافی ہے کہ اطاعت اللہ کے سوا کسی اور کی بھی ہوسکتی ہے حتیٰ کہ خود رسول کے متعلق واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بتلایا گیا کہ اسے بھی قطعاً یہ حق حاصل نہیں کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے لہذا اللہ اور رسول سے مراد وہ مرکز نظام دین ہے جہاں قرآنی احکام نافذ ہوں۔

(معارف القرآن ج۴ ص:۶۱۶)

## رسول کی حیثیت کیا ہے؟

(۱) اور تو اور انسانوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہستی (محمد) کی پوزیشن بھی

اتنی ہی ہے کہ وہ اس قانون کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے، اسے بھی کوئی حق نہیں کہ کسی پر اپنا حکم چلائے خدا اپنے قانون میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

(سلیم کے نام از پرویز ج ۲ ص: ۳۴ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام لاہور)

(۲) پھر اسے بھی سوچئے کہ محبت رسول سے مفہوم کیا ہے؟ یہ مفہوم قرآن نے خود متعین کر دیا ہے جب نبی اکرم خود موجود تھے تو بہ حیثیت مرکز ملت آپ کی اطاعت فرض اولین تھی۔ (مقام حدیث از پرویز ج ا ص: ۱۹ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام لاہور)

## رسول کی اطاعت اس لئے نہیں ہوسکتی کہ وہ زندہ نہیں ہیں

عربی زبان میں اطاعت کے معنی ہی کسی زندہ کے احکام کی تابعداری ہے، اسلامی نظام میں اطاعت امام موجود کی ہوگی، جو قائم مقام ہوگا خدا اور رسول کا یعنی مرکزِ نظام حکومتِ اسلامی۔ (اسلامی نظام ص: ۱۱۲)

## ختم نبوت کا پرویزی مفہوم

(۱) ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب دنیا میں انقلاب شخصیتوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ تصورات کے ذریعہ رونما ہوا کرے گا اور انسانی معاشرہ کی باگ ڈور اشخاص کی بجائے نظام کے ہاتھوں میں ہوا کرے گا۔ (سلیم کے نام از پرویز پندرھواں خط ص: ۲۵ طبع اول اگست ۱۹۵۳ء شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

(۲) اب نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اب انسانوں کو اپنے معاملات کے فیصلے خود کرنے ہوں گے، صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ ان کا کوئی فیصلہ ان غیر متبدل اصولوں کے خلاف نہ ہو جائے جو وحی نے عطا کئے ہیں اور جواب قرآن کی دفتین میں محفوظ ہیں۔ (سلیم کے نام اکیسواں خط ج ۲ ص: ۱۲۰)

(۳) تم نے دیکھ لیا سلیم: کہ ختم نبوت کا مفہوم یہ تھا کہ اب انسانوں کو صرف

اصولی راہنمائی کی ضرورت ہے، ان اصولوں کی روشنی میں تفصیلات وہ خود متعین کریں گے لیکن ہمارے ہاں یہ عقیدہ پیدا ہوگیا (اور اسی عقیدہ پر مسلمانوں کا عمل چلا آرہا ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں ہر تفصیل بھی پہلے سے متعین کردی گئی ہے اور ان تفاصیل میں اب کسی قسم کا ردو بدل نہیں ہوسکتا۔ یہ عقیدہ اس مقصد عظیم کے منافی ہے جس کیلئے ختم نبوت کا انقلاب عمل میں لایا گیا تھا۔

(سلیم کے نام بیسواں خط ج ۲ ص:۱۰۳)

## قرآنی احکام عبوری دور کیلئے ہیں

(۱) اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراثت وغیرہ کے احکام کس لئے دیئے گئے ہیں، سو اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرہ کو اپنے متعین کردہ پروگرام کی آخری منزل تک آہستہ آہستہ بتدریج پہنچاتا ہے، اسلئے وہ جہاں اس پروگرام کی آخری منزل کے متعلق اصول اور احکام متعین کرتا ہے، عبوری دور کے لئے بھی ساتھ کے ساتھ راہنمائی دیتا چلا جاتا ہے، وراثت، قرضہ، لین دین، صدقہ وخیرات سے متعلق احکام اس عبوری دور سے متعلق ہیں جس میں سے معاشرہ گذر کر انتہائی منزل تک پہنچتا ہے۔

(نظام ربوبیت از پرویز تعارف ص:۲۵ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

(۲) قرآن میں صدقہ وخیرات وغیرہ کیلئے جس قدر ترغیبات وتحریصات یا احکام وضوابط آتے ہیں وہ سب اسی عبوری دور ***Transitional Period*** سے متعلق ہیں۔ (نظام تربیت ص:۱۶۷)

(۳) اس نظام کے قیام کے بعد کوئی مفلس اور محتاج باقی نہیں رہ سکتا لہذا مفلسوں اور محتاجوں کے متعلق اس قسم کے احکام صرف عبوری دور سے متعلق ہیں۔

(سلیم کے نام دوسرا خط ج ۱ ص:۲۴، شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام لاہور)

## شریعتِ محمدیہ منسوخ ہوگئی ہے

''طلوع اسلام'' بار بار متنبہ کرتا رہا ہے اور اب پھر ملت کو متنبہ کرتا ہے کہ خدا کے لئے ان چور دروازوں کو بند کرو، دین کی بنیاد صحیح قرآن اور فقط قرآن ہے جو ابد الآباد تک کیلئے واجب العمل ہے۔ روایات اس عہد مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ صلعم والذین معہ نے اپنے عہد میں قرآنی اصول کو کس طرح متشکل فرمایا تھا یہ اس عہد مبارک کی شریعت ہے۔ قرآنی اصول کی روشنی میں کسی فرد واحد کو جزئیات مستنبط کر کے اپنے عہد کے لئے شریعت بنا دینے کا حق نہیں ہے خواہ کتنا ہی اتباع محمدی (بقول مرزا) یا کتنا ہی مزاج شناسی رسول (بقول مودودی) کا دعویدار کیوں نہ ہو۔ بلکہ یہ حق صرف صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکزِ ملت اور اس کی مجلس شوریٰ کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف ان جزئیات کو مرتب و مدون کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی پھر یہ جزئیات ہر زمانہ میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جاسکتی ہیں، یہی اپنے زمانہ کے لئے شریعت ہیں۔

(مقام حدیث ج ا ص:۲۹۱ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

(۲) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین فرمودہ جزئیات کو قرآنی جزئیات کی طرح قیامت تک واجب الاتباع (یعنی قابل تغیر و تبدل) رہنا تھا تو قرآن نے ان جزئیات کو بھی خود ہی کیوں نہ متعین کر دیا، یہ سب جزئیات ایک ہی جگہ مذکور اور محفوظ ہو جاتیں .....اگر خدا کا منشاء یہ ہوتا کہ زکوٰۃ کی شرح قیامت تک کیلئے اڑھائی فی صد ہونی چاہئے تو وہ اسے قرآن میں خود نہ بیان کر دیتا، اس سے ہم ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ منشائے خداوندی تھا ہی نہیں کہ زکوٰۃ کی شرح ہر زمانہ میں ایک ہی رہے۔ (مقام حدیث ج ۲ ص:۲۹۲، ۲۹۳ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

## ساری شریعت میں ردوبدل کی جاسکتی ہے

(۱) قرآن کے ساتھ انسان کو بصیرت عطا ہوئی ہے اس لئے جن امور کی تفصیل قرآن نے خود بیان نہیں کی ان کی تفصیل قرآنی اصولوں کی روشنی میں از روئے بصیرت متعین کی جائیگی، یہی رسول اللہ نے کیا اور ہمارے لئے بھی ایسا کرنا منشائے قرآنی اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق ہے۔ اس باب میں اخلاق ومعاملات اور عبادات میں کوئی تفریق وتخصیص نہیں اگر تفریق مقصود ہوتی تو عبادات کی جزئیات قرآن خود ہی متعین کر دیتا۔ (مقام حدیث ج ا ص:۴۲۴)

(۲) جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادت دونوں پر منطبق ہوگا یعنی اگر جانشین رسول اللہ (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت کچھ ردوبدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔

(قرآنی فیصلے از پرویز ص:۱۴، ۱۵ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

## ذخیرۂ احادیث من گھڑت ہے

(۱) مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے جو سازش کی گئی اسکی پہلی کڑی یہ عقیدہ پیدا کرنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی دی گئی تھی جو قرآن کے ساتھ بالکل قرآن کے ہم پلہ (مثل معہ) ہے، یہ وحی روایات میں ملتی ہے، اسلئے روایات عین دین ہیں، یہ عقیدہ پیدا کیا اور اس کے ساتھ ہی روایات سازی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روایات کا ایک انبار جمع ہوگیا.....اس طرح اس دین کے مقابل جو اللہ نے دیا تھا ایک اور "دین" مدون کر کے رکھ دیا اور اسے "اتباعِ سنت رسول اللہ" قرار دے کر اُمت کو اس میں الجھا دیا۔ (مقام حدیث ج ا ص:۴۲۱)

## مسلمانوں نے حدیث یعنی جھوٹ کو مذہب بنایا

(۲) بہر حال جھوٹ پہلی سازش کے تحت بولا گیا یا بعد میں "ابلہانِ مسجد" نے "نیک کاموں" کے لئے اس جھوٹ کی حمایت کی، نتیجہ دونوں کا ایک ہے یعنی یہ جھوٹ مسلمانوں کا مذہب بن گیا، وحی غیر متلو اس کا نام رکھ کر اسے قرآن کی مثل ٹھرایا گیا"۔ (مقام حدیث ج ا ص:۱۲۲)

## احادیث شریفہ کا دہریانہ مذاق

آیئے ہم آپ کو چند ایک نمونے دکھائیں ان احادیث مقدسہ'' کے جو حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں محفوظ ہیں اور جو ملّا کی غلط انگہی اور کوتاہ اندیشی سے ہمارے دین کا جزو بن رہی ہیں دیکھئے کہ ان احادیث کی رو سے وہی جنت جس کے حصول کا قرآنی طریقہ اوپر مذکور ہے کتنے سستے داموں ہاتھ آجاتی ہے؟

لیجئے اب روایات کی رو سے جنت کے ٹکٹ خریدیئے، دیکھئے کتنی سستی جارہی ہے۔

سب سے پہلے سلام علیکم کیجئے اور ہاتھ ملایئے لیجئے! جنت مل گئی، ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ انھیں بخشدیتا ہے''

اب مسجد میں چلئے اور وضو کیجئے، جنت حاضر ہے۔

مسلم کی حدیث ہے کہ وضو کرنے والے کے تمام گناہ پانی کیساتھ ٹپک جاتے ہیں، یہاں تک کہ پانی کا آخری قطرہ ہر عضو کے آخری گناہ کو ساتھ لیکر ٹپکتا ہے.....

کہئے؟ کس قدر سستی رہی جنت! وضو کیا تو تمام گناہ اس کے پانی میں بہہ گئے اور اگر ساتھ دو رکعتیں نفل بھی پڑھ لئے تو خود رسول اللہ سے بھی آگے آگے جنت میں پہنچ گئے۔

اس سے بھی آسان ! مسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص مؤذن کے جواب میں اذان کے الفاظ دہراتا ہے .....تو یہ شخص جنت میں جائے گا ، جسے قانون کی اصطلاح میں جرم کہا جاتا ہے اسے مذہب کی زبان میں گناہ کہتے ہیں جرم ایک مرتبہ کا بھی کم نہیں ہوتا لیکن عادی مجرم کیلئے تو سوسائٹی میں کوئی جگہ ہی نہیں ، اس کے برعکس مُلّا کے مذہب نے جرائم کے لئے ایسا لائسنس دے رکھا ہے کہ صبح سے شام تک جرم پر جرم کئے جاؤ لیکن ساتھ نمازیں بھی پڑھتے جاؤ سب جرم معاف ہوتے جائیں گے .....ترمذی کی حدیث ہے کہ چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے والا دوزخ اور نفاق سے بری کر دیا جاتا ہے۔

لیجئے ایک چلہ پورا کر لیجئے اور عمر بھر کے لئے جو جی میں آئے کیجئے دوزخ میں کبھی نہیں جا سکتے۔ (مقام حدیث ج۲ص:۹۶تا۱۰۰)

احادیث نبوی کے ساتھ تمسخر واستہزاء کا یہ سلسلہ اس کتاب کے صفحہ ۹۶ سے ۱۲۵ تک چلا گیا ہے۔

## آج اسلام دنیا میں کہیں نہیں

اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کا سارا زور اسی میں صرف ہوتا رہا کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو قرآن سے پہلے زمانے کے ''مذہب'' میں تبدیل کر دیا جائے چنانچہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور آج جو اسلام دنیا میں مروج ہے وہ زمانۂ قبل از قرآن کا مذہب ہو تو ہو قرآنی دین سے اس کو کوئی واسطہ نہیں۔ (سلیم کے نام پندھرواں خط ص:۲۵۱،۲۵۲ طبع اول، اگست ۱۹۵۳ء شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

## ذات باری تعالیٰ کو بھی نہیں چھوڑا

اور چونکہ خدا عبارت ہے ان صفاتِ عالیہ سے جنھیں انسان اپنے اندر منعکس

کرنا چاہتا ہے اس لئے قوانین خداوندی کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی فطرتِ عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے۔ (معارف القرآن ج۴ص:۴۲۰)

## آخرت سے مراد مستقبل ہے

قرآن ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کی بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے، اسی کا نام "ایمان بالآخرت" ہے اور یہ بجائے خویش بہت بڑا انقلاب ہے جسے رسالتِ محمدیہ نے انسانی نگاہ میں پیدا کیا ہے، یعنی ہمیشہ نگاہ مستقبل رکھنی چاہئے "وبالآخرۃ ھم یوقنون" اس زندگی میں بھی مستقبل پر اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی۔ (سلیم کے نام اکسیواں خط ج۲ص:۱۲۴)

## جنت وجہنم کی حقیقت

بہرحال مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔ (لغات القرآن از پرویز ص:۴۴۹ شائع کردہ ادارہ طلوع الاسلام کراچی)

## ملائکہ کی حقیقت

(۱) اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات میں "ملائکہ سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب میں اثرات مرتب کرتے ہیں۔

(ابلیس وآدم از پرویز، ص:۱۹۵ شائع کردہ ادارہ طلوع الاسلام کراچی)

(۲) قرآن کریم نے "ملائکہ" پر ایمان کو "اجزائے ایمان" میں سے قرار دیا ہے (مثلاً ۲/ ۲۸۵) یعنی ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ، کتب، رسل، آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ ملائکہ پر بھی ایمان لائے۔

سوال یہ ہے کہ ملائکہ پر ایمان لانے کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ ملائکہ کے متعلق وہ تصور رکھا جائے جو قرآن نے پیش کیا ہے اور انہیں وہی پوزیشن

دی جائے جو قرآن نے ان کے لئے متعین کی ہے، ''ملائکہ'' کے متعلق قرآن میں ہے کہ انھوں نے آدم کو سجدہ کیا، (۴۳/۳) یعنی وہ آدم کے سامنے جھک گئے، جیسا کہ آدم کے عنوان میں بتایا جا چکا ہے کہ آدم سے مراد خود آدمی (یا نوعِ انسان) ہے۔ لہذا ملائکہ کے آدم کے سامنے جھکنے سے مراد یہ ہے کہ یہ قوتیں وہ ہیں جنھیں انسان مسخر کر سکتا ہے، انھیں انسان کے سامنے جھکا ہوا رہنا چاہئے، کائنات کی جو قوتیں ابھی تک ہمارے علم میں نہیں آئیں، انھیں چھوڑیئے، جو قوتیں ہمارے علم میں آ چکی ہیں ان کے متعلق صحیح ایمان یہ ہوگا کہ ان سب کو انسان کے سامنے جھکنا چاہئے، اب ظاہر ہے کہ جس قوم کے سامنے کائناتی قوتیں نہیں جھکتیں وہ قوم (قرآن کی رو سے) صفِ آدمیت میں شمار ہونے کے بھی قابل نہیں، چہ جائیکہ اسے ''جماعتِ مؤمنین'' کہا جائے، (کیونکہ مومن کا مقام عام آدمیوں کے مقام سے کہیں اونچا ہے'' (لغات القرآن از پرویز ج ا ص:۲۴۴)

## جبریل کی حقیقت

انکشافِ حقیقت کی روشنی (ذریعہ یا واسطہ) کو جبریل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ابلیس و آدم ص:۲۸۳)

## آدم علیہ السلام

''ہمارے ہاں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ''آدم'' جس کے جنت سے نکلنے کا قصہ قرآن کریم کے مختلف مقامات میں آیا ہے (مثلاً ۲/۳) نبی تھے، قرآن سے اس کی تائید نہیں ہوتی قرآن کریم نے مختلف مقامات پر قصۂ آدم کی جو تفاصیل بیان کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے نکلنے والا آدم کوئی خاص فرد نہیں تھا بلکہ انسانیت کا تمثیلی نمائندہ تھا، بالفاظِ دیگر قصۂ آدم کسی خاص فرد (یا جوڑے) کا

قصہ نہیں بلکہ خود" آدمی" کی داستان کا ہے جسے قرآن نے تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے اس داستان کا آغاز انسان کی اس حالت سے ہوتا ہے جب اس نے قدیم (**primitire**) انفرادی زندگی کی جگہ پہلے پہل تمدنی زندگی (**socialLife**) شروع کی۔ (لغات القرآن از پرویز ج ا ص:۲۱۴)

## حضور کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا

(۱) رسول اکرم کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔

(سلیم کے نام خط ج ۳ ص ۳۶)

(۲) ''مخالفین بار بار نبی اکرم سے معجزات کا تقاضا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بار ان کے مطالبہ کو یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ ہم نے رسول کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا، اس کے معجزات صرف دو ہیں ۔ا) یہ کتاب جس کی مثل ونظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا (۲۹/۵۱) اور ۲) خود اس رسول کی اپنی زندگی جو سیرت وکردار کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔(۱۰/۱۶) ان کے علاوہ اگر تم معجزات دیکھنا چاہتے ہو تو **قل انظروا ماذا فی السمٰوٰت والارض.** (۱۰/۱۰۱) ارض وسمٰوٰت پر غور کرو، قدم قدم پر معجزات دکھائی دیں گے۔

غور کرو سلیم! حضور نبی اکرم کو تو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا جاتا۔

(سلیم کے نام خط ج ۳ ص:۹۱،۹۲)

(۳) نبی اکرم کو قرآن کے سوا (جو عقلی معجزہ) ہے کوئی اور معجزہ نہیں دیا گیا''

(معارف القرآن ج ۴ ص:۳۱۷)

## انکارِ معراج

''سورۂ بنی اسرائیل کی آیتِ اسریٰ میں کہا گیا ہے کہ خدا اپنے بندے کو رات

کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف لے گیا تا کہ وہاں اسے اپنی آیات دکھائے.....خیال ہے کہ اگر یہ واقعہ خواب کا نہیں تو یہ حضور کی شبِ ہجرت کا بیان ہے، اسطرح مسجد اقصیٰ سے مراد مدینہ کی مسجد نبوی ہوگی جسے آپ نے وہاں جا کر تعمیر فرمایا۔ (معارف القرآن ج۴ص:۷۳۶)

## عقیدۂ تقدیر کا انکار

''مجوسی اساورہ نے یہ سب کچھ اس خاموشی سے کیا کہ کوئی بھانپ ہی نہ سکا کہ اسلام کی گاڑی کس طرح دوسری پٹری پر جا پڑی انھوں نے تقدیر کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دی کہ اسے مسلمانوں میں جزوِ ایمان بنا دیا، چنانچہ ہمارے ایمان میں **والقدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ** کا چھٹا جزو انہی کا داخل کیا ہوا ہے۔

(قرآنی فیصلے ص:۱۹۰)

## وزنِ اعمال کا افیون

اس پیشوائیت نے جس کا ہمارے یہاں ملائیت نام ہے آہستہ آہستہ مسلمانوں کو یہ افیون پلانی شروع کی کہ دنیا کے معاملات دنیاداروں کا حصہ ہیں جو اس مردار کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں مذہب انسان کی عاقبت سنوارنے کیلئے ہے، اس نے جس قدر حکم دے رکھے ہیں ان کے متعلق یہ کبھی نہ پوچھو کہ ان کی غایت کیا ہے، یہ خدا کی باتیں ہیں جو خدا ہی جان سکتا ہے، مذہب میں عقل کا کوئی کام نہیں، تم صرف یہ سمجھ لو کہ فلاں بات کا حکم ہے اسلئے اسے کرنا ہے اور اس کا ثواب تمہارے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا اور یہ تمام پرزیاں قیامت کے دن ترازو میں رکھ کر تولی جائیں گی اور جنت میں لے جانے کا ذریعہ بن جائیں گی۔ (قرآنی فیصلے ص:۶۷)

## ارکانِ اسلام

اسلامی زندگی میں یہ تبدیلی اس دن سے ہوگئی جب دین مذہب سے بدل گیا، اب ہماری صلوٰۃ وہی ہے جو مذہب میں پوجا پاٹ یا ایشور بھگتی کہلاتی ہے، ہمارے روزے وہی ہیں جنھیں مذہب میں برت، ہماری زکوٰۃ وہی شئی ہے جسے مذہب دان یا خیرات کہہ کر پکارتا ہے، ہمارا حج مذہب کی یاترا ہے، ہمارے ہاں یہ سب کچھ اسلئے ہوتا ہے کہ اس سے ''ثواب'' ہوتا ہے، مذہب کے ہاں اسی کو پن کہتے ہیں، اور ثواب سے نجات مکتی یا **salvation** ملتی ہے آپ نے دیکھا کہ کس طرح دین (نظامِ زندگی) یکسر مذہب بن کر رہ گیا، اب یہ تمام عبادات اس لئے سرانجام دی جاتی ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے ان امور کو نہ افادیت سے کچھ تعلق ہے نہ عقل وبصیرت سے کچھ واسطہ آج ہم بھی اسی مقام پر ہیں جہاں اسلام سے پہلے دنیا تھی

(قرآنی فیصلے از پرویز ۳۰۱، ۳۰۲ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

## نماز

(۱) عجم میں مجوسیوں (پارسیوں) کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا تھا (یہ لفظ ان کے ہاں کا ہے اور ان کی کتابوں میں موجود ہے) لہذا صلوٰۃ کی جگہ نماز نے لے لی، اور قرآن کی اصطلاح ''اقیموا الصلوٰۃ'' کا ترجمہ ہوگیا، نماز پڑھو جب گاڑی نے اس طرح پٹڑی بدلی تو اس کے پہیے کا ہر چکر اسے منزل سے دور لے جاتا گیا، چنانچہ اب حالت یہ ہوچکی ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ سے ذہن نماز پڑھنے کے علاوہ کسی اور طرف منتقل ہی نہیں ہوتا اور نماز پڑھنے سے مراد ہے خدا کی پرستش کرنا۔ (قرآنی فیصلے ص: ۲۶، ۲۷)

(۲) قرآن کریم نے ''نماز پڑھنے'' کے لئے نہیں کہا، قیام صلوٰۃ یعنی نماز کے

نظام (Institution) کے قیام کا حکم دیا ہے، مسلمان نمازیں پڑھتے ضرور ہیں لیکن انھوں نے نظام الصلوٰۃ کو قائم نہیں کیا ان کی نماز ایک وقتِ معینہ کیلئے ایک عمارت (مسجد) کی چار دیواری کے اندر ایک عارضی عمل بن کر رہ جاتی ہے۔

(معارف القرآن ج۴ص:۳۲۸)

## کم از کم دو وقت کی نماز

''سورۂ نور میں صلوٰۃ الفجر اور صلوٰۃ العشاء کا ذکر (ضمناً) آیا ہے جہاں کہا گیا ہیکہ تمہارے گھر کے ملازمین کو چاہئے کہ وہ تمہاری (privacy) کے اوقات میں اجازت لیکر کمرے کے اندر آیا کریں یعنی **من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلوٰۃ العشاء** ''صلوٰۃ الفجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتار دیتے ہو اور صلوٰۃ العشاء کے بعد'' اس سے واضح ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں اجتماعات صلوٰۃ کے لئے کم از کم دو اوقات معین تھے، جبھی تو قرآن کریم نے ان کا ذکر نام لے کر کیا ہے۔

(لغات القرآن از پرویز ج:۳ص:۱۰۴۳،۱۰۴۴)

## زکوٰۃ

(۱) زکوٰۃ اس ٹیکس کے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی، اس لئے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریاتِ ملی پر ہے حتیٰ کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو، لہذا جب کسی جگہ اسلامی حکومت نہ ہو تو پھر زکوٰۃ بھی باقی نہیں رہتی۔ (قرآنی فیصلے ص:۳۵)

(۲) ظاہر ہے کہ ہماری حکومت ہنوز اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے جیسا

کہ اوپر لکھا جا چکا ہے آج کل زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، حکومت ٹیکس وصول کر رہی ہے، اگر یہ حکومت اسلامی ہوگئی تو یہی ٹیکس زکوٰۃ ہو جائے گا ایک طرف ٹیکس اور اس کے ساتھ دوسری طرف زکوٰۃ قیصر اور خدا کی غیر اسلامی تفریق ہے۔

(قرآنی فیصلے ص:۳۷)

(۳) اگر خلافتِ راشدہ نے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق اڑھائی فیصدی مناسب سمجھا تھا تو اس وقت یہی شرح شرعی تھی، اگر آج کوئی اسلامی حکومت کہے کہ اسکی ضروریات کا تقاضا بیس فیصدی ہے تو یہی بیس فیصدی شرعی شرح قرار پاجائیگی اور جب قرآن نظام ربوبیت اپنی آخری شکل میں قائم ہوگا تو اسکی نوعیت کچھ اور ہی ہو جائے گی۔ (سلیم کے نام خط ج:۱ ص:۷۷، ۷۸)

(۴) زکوٰۃ (یعنی حکومت کے ٹیکس) کی شرح میں تغیر و تبدل کی ضرورت ایک ایسی حقیقت ہے جس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ (قرآنی فیصلے ص:۱۲)

(۵) زکوٰۃ سے مراد ڈھائی فیصدی ٹیکس نہیں بلکہ یہ ایک پروگرام ہے جس کی سرانجامدہی مومنین کے ذمہ ہے۔ (نظام ربوبیت ص:۱۶۴)

## صدقات اور صدقہ فطر

(۱) صدقات ان ٹیکسوں کا نام ہے جو حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے عائد کئے جاتے ہیں، انہی میں صدقہ فطر ہے۔

(قرانی فیصلے ص:۵۰)

(۲) اب سنت رسول اللہ کا صرف اتنا حصہ پیش کیا جاتا ہے کہ نماز سے پہلے صدقہ فطر نکال کر اپنے اپنے طور پر غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو روزے معلّق رہ جائیں گے، خدا تک نہیں پہنچیں گے، گویا صدقہ فطر ملت کے اجتماعی مصالح کیلئے نہیں بلکہ ڈاک کے ٹکٹ ہیں جنھیں روزوں پر چسپاں

کر کے لیٹر بکس میں ڈال دیا جاتا ہے تا کہ روز ے مکتوب الیہ (اللہ تعالیٰ) تک پہنچ جائیں غور فرمایا آپ نے کہ بات کیا تھی اور کیا بن گئی.....لیکن جب تک دین کی باگ مولوی کے ہاتھ میں ہے صدقات نکلتے رہیں گے زکوٰۃ دی جاتی رہے گی، قربانیاں ہوتی رہیں گی، لوگ حج بھی کرتے رہیں گے، اور قوم بدستور بے گھر، بے در، بھوکی، ننگی، اسلام کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کا موجب بنی رہیگی، کتنا بڑا ہے یہ انتقام جو ہزار برس سے اسلام سے لیا جا رہا ہے، اور غور کیجئے اس انتقام کیلئے آلۂ کار کن لوگوں کو بنایا جاتا ہے۔ (قرآنی فیصلے ص:۵۱،۵۲)

## حج

(۱) نماز ان کی پوجا پاٹ، حج ان کی یاترا، رسوم باقی، خود فنا.....حج کرنے جاتے ہیں تا کہ عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ ادا کر آئیں اور آتے وقت زمزم کا پانی ٹین کی ڈبیوں میں بند کر کے لیتے آئیں تا کہ اسے مُردوں کے کفن پر چھڑکا جائے، نتیجہ اس کا وہ سکراتِ موت کی ہچکیاں جنمیں پوری کی پوری امت آج گرفتار ہے۔

(معارف القرآن ج:۴ص:۳۹۲)

(۲) اول تو حج ہی اپنے مقصد کو چھوڑ کر محض ''یاترا'' بن کر رہ گیا ہے حاجی وہاں جاتے ہیں تا کہ اپنے تمام سابقہ گناہ آبِ زمزم سے اسطرح دھو کے واپس آجائیں جس طرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (قرآنی فیصلے ص:۶۳)

(۳) حج عالمِ اسلامی کا وہ عالمگیر اجتماع ہے جو اس امت کے مرکز محسوس (کعبہ) میں اس غرض کیلئے منعقد ہوتا ہے کہ ملت کے تمام اجتماعی امور کا حل قرآنی دلائل وحجت کی رو سے تلاش کیا جائے اور اسطرح یہ امت اپنے فائدے کی باتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لے۔ (لغات القرآن ج:۲ص:۴۷۴)

# قربانی

حج عالم اسلامی کی بین الملی کانفرنس کا نام ہے ،اس کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کے خوردونوش کیلئے جانور ذبح کرنے کا ذکر قرآن میں آیا ہے، بس یہ تھی قربانی کی حقیقت جو آج کیا سے کیا بن کر رہ گئی۔ (رسالہ قربانی از پرویز ص:۳)

(۲) قرآن کریم میں جانور ذبح کرنے کا ذکر حج کے ضمن میں آیا ہے، عرفات کے میدان میں جب یہ تمام نمائندگان ملت کا ایک لائحہ عمل طے کرلیں گے تو اس کے بعد منیٰ کے مقام پر دو تین دن تک ان کا اجتماع رہے گا جہاں یہ باہمی بحث وتمحیص سے اس پروگرام کی تفصیلات طے کریں گے، ان مذاکرات کے ساتھ باہمی ضیافتیں بھی ہونگی ، آج صبح پاکستان والوں کے ہاں ،شام کو اہل افغاں کے ہاں، اگلی صبح اہل شام کی طرف، **وقس علی ذالک** ان دعوتوں میں مقامی لوگ بھی شامل کر لئے جائیں گے، امیر بھی غریب بھی اسی مقصد کیلئے جو جانور ذبح کئے جائیں گے قربانی کے جانور کہلائیں گے۔ (قرآنی فیصلے ص:۵۵)

(۳) مقام حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ (یعنی اپنے اپنے شہروں میں) قربانی کیلئے کوئی حکم نہیں .....اس لئے یہ ساری دنیا میں اپنے اپنے طور پر قربانیاں ایک رسم ہے...ذرا حساب لگائیے کہ اس رسم کو پورا کرنے میں اس غریب قوم کا کس قدر روپیہ ہر سال ضائع ہوجاتا ہے اگر آپ ایک کراچی شہر کو لے لیں تو اس آٹھ دس لاکھ کی آبادی میں سے اگر پچاس ہزار نے بھی قربانی دی ہو اور ایک جانور کی قیمت تیس روپیہ بھی سمجھ لی جائے تو پندرہ لاکھ روپیہ ایک دن میں صرف ایک شہر سے ضائع ہوگیا ،اب اس حساب کو پورے پاکستان پر پھیلائیے اور اس سے آگے ساری دنیا کے مسلمانوں پر اور پھر سوچئے کہ ہم کدھر جارہے ہیں؟ لیکن اگر ہمیں سوچنا آجائے تو پھر ہماری بربادی کیوں ہو۔ (قرآنی فیصلے ص:۵۵،۵۶)

(۴) مذہبی رسومات کی ان دیمک خوردہ لکڑیوں کو قائم رکھنے کیلئے طرح طرح کے سہارے دیئے جاتے ہیں، کہیں قربانی کو سنتِ ابراہیمی قرار دیا جاتا ہے، کہیں اسے صاحبِ نصاب پر واجب ٹھیرایا جاتا ہے، کہیں اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ بتایا جاتا ہے، کہیں دوزخ سے محفوظ گذر جانے کی سواری بنا کر دکھایا جاتا ہے۔

(قرآنی فیصلے ص:۶۴)

## ایصال ثواب

اس سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ ''ایصالِ ثواب'' کا عقیدہ کس طرح ''مکافاتِ عمل'' کے اس عقیدہ کے خلاف ہے جو اسلام کا بنیادی قانون ہے، خدا جانے اس قوم نے کہاں کہاں سے ان عقائد کو پھر سے لے لیا، جنھیں مٹانے کیلئے قرآن آیا تھا اور اس صورت میں جبکہ قرآن اپنی اصل شکل میں انکے پاس موجود ہے اس سے بڑا تغیر بھی آسمان کی آنکھ نے کم ہی دیکھا ہوگا۔ (قرآنی فیصلے ص:۹۸)

## دین کے ہر گوشہ میں تحریف ہو چکی ہے

وہ دین جو محمد رسول اللہ نے دنیا تک پہنچایا تھا اس کا کونسا گوشہ اور کونسا شعبہ ہے جس میں تحریف نہیں ہو چکی۔ (قرآنی فیصلے ص:۶۶)

## برہموسماجی مسلمان

یہ ہر رنگ کی "خدا پرستی" میں "نیک عملی" کی راہیں بتانے والے برہموسماجی مسلمان کیا جانیں کہ قرآن کی رو سے "خدا پرستی" کسے کہتے ہیں اور "نیک عملی" کیا ہوتی ہے؟ (سلیم کے نام اٹھارواں خط ج۲ ص:۱۵)

یہ چند مثالیں ہیں حدیث کی حجیت کا انکار کر کے صرف قرآن کریم کی حجیت پر اکتفاء کر لینے والے عقلمندوں کی گمراہی کی، جو اس بات کا اندازہ لگانے کے لئے

بہت کافی ہیں کہ حدیث سے دامن چھڑالینا دراصل ایمان سے جان چھڑالینا ہے۔

رہ گئی وہ تاویلات جو کتاب اللہ کی بنیادی اصطلاحات کے سلسلہ میں کی گئی ہیں تو ان کی حیثیت وہی ہے جو چار اندھوں نے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کے اسکی حقیقت کے بارے میں اپنے تأثرات ظاہر کئے تھے۔اور یہ باتیں اس قدر بدیہی البُطلان ہیں کہ تھوڑی سی دین کی سمجھ رکھنے والا بھی تسلیم نہیں کرسکتا، کیونکہ اگر نبی کی حیثیت صرف مرکز ملت کی تھی اور اس کی اتباع کا حکم محض حاکمِ وقت ہونیکی وجہ سے تھا تو اس کے لئے نبی اور رسول کی اصطلاح ہی کی کیا ضرورت تھی؟ کیوں نہ خود قرآن نے ان کو مرکزِ ملت اور حاکمِ وقت قرار نہ دیدیا؟

آخر میں فقیہ اعظم حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ارشاد نقل کرتا ہوں جو انہوں نے ایک ایسے ہی نام نہاد محقق کے اس سوال پر کہ ہدایت کیلئے جب قرآن موجود ہے تو حدیث کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا تھا کہ ہدایت کیلئے جب اللہ تعالیٰ موجود ہے تو رسول کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے جو نبی کی ضرورت ہے وہی قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح فہم اور اتباعِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

# جاگنے کی دیر ہے

رستم خفتہ ہے تو کس بل نہیں ہے کم تیرا
جاگنے کی دیر ہے پھر ہے وہی دم خم تیرا
یہ اگر ہوجائے زائل نیند کا عالم ترا
چار سو دنیا میں لہرانے لگے پرچم ترا
مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

مجذوبؒ

# تقلید کی ضرورت
# اور
# ترک تقلید کے مضرات

ایک تفصیلی محاضرہ

پیش کردہ در اجلاس عام

مجلس انصار الحق، وانمباڑی، تمل ناڈو

تحریر

مولانا محمد عبد القوی

ناشر

برکات بکڈپو
Barakaath Book Depot

# تقلید کی ضرورت

تقلید کی ضرورت پر کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم پہلے خود تقلید کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ اور اس کے سمجھنے کیلئے چند مقدمات ہیں، ان مقدمات کو خالی الذہن ہو کر بالترتیب و بغور مطالعہ کیجئے۔

(۱) اس میں کسی کو شک نہیں ہے کہ اسلام میں مطلق اتباع و اطاعت صرف اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے، جو شخص ان کے ساتھ اطاعت مطلقہ میں کسی اور کو شریک کرے تو وہ بالاتفاق اسلام سے خارج ہے اس میں نہ چون و چرا کی گنجائش ہے اور نہ ہی شک و شبہ کیلئے کوئی راستہ ہے۔[۱]

یہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اس پر قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیثِ صحیحہ متواترہ شاہد ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ذریعہ اور وسیلہ قرآن و حدیث ہیں، کیونکہ نہ تو ہم اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو سکتے ہیں اور نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ـــــ ان کی وفات کے بعد ـــــ براہِ راست استفادہ کیا جا سکتا ہے، اسی وجہ سے آپؐ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل مسلمانوں کی صلاح و فلاح اور ہدایت کی حفاظت کیلئے ان ہی دو چیزوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: "میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، اگر تم اس کو مضبوطی سے تھام لو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے نبی کی سنت!"[۲]

---

[۱] شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۱/۱۴، [۲] مشکوۃ المصابیح ۱/۸۸

(۳) قرآن وحدیث ہی جب اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا واحد ذریعہ ہیں اور ہم ان کی اتباع کے مامور و پابند ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے کہ ان ذرائع کی اپنی خاص نگرانی وتدبیر سے حفاظت وصیانت کا سامان فرمائے۔ چنانچہ قرآن کریم اور حدیث شریف دونوں ہی کی حفاظت کا اللہ پاک نے ذمہ لیا اور یہ دونوں علوم زمانہ نبوت سے ہم تک ـــــ ہر قسم کی خرد وبرد سے محفوظ رہ کر ـــــ اس طرح پہونچی ہیں کہ عقلیں حیران ہیں اور ہر شخص اعتراف وتسلیم پر مجبور ہے۔ (یہ تفصیل کا موقعہ نہیں اسلئے جنہیں اشکال ہو یا تفصیل جاننا چاہتے ہوں وہ تدوین قرآن وحدیث کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کرلیں وہاں دلائل نقلیہ وعقلیہ سے اس دعوے کو اس قدر مدلل ومستند کردیا گیا ہے کہ انکار کی گنجائش نہیں رہی۔[۱] چونکہ ہمارا مخاطب جو طبقہ ہے وہ اس بات کا منکر نہیں اسلئے یہاں اسکے بیان کی ضرورت بھی نہیں ہے۔)

(۴) اللہ تعالیٰ کا کلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مجموعی طور پر انسانی زندگی کے انفرادی واجتماعی تمام شعبوں کو شامل اور ان کی کلیات وجزئیات کے حامل ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا وجود وصدور ایک ہی وقت میں اور یکجا طور پر کسی مرتب قانون کی صورت میں نہیں ہوا بلکہ تدریجی وتدریبی طرز پر مناسب مواقع اور ضرورت کے اعتبار سے ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم کے نزول اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وتشریحات کا دور پورے ۲۳ سال کی مدت پر پھیلا ہوا ہے، باوجودیکہ کفار نے "جملة واحدة" یعنی اکھٹے نازل ہونے کو بڑا اعجاز وکمال سمجھ کر اس کا مطالبہ کیا تھا۔[۲] مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ کو نامعقول قرار دے کر تدریجی ترتیب ہی کو قائم رکھا۔ مختصر یہ کہ قرآن وحدیث میں جو احکامات مذکور ہیں وہ کوئی نظریاتی خاکہ نہیں ہیں، بلکہ عملی زندگی کے سدھار اور فرد

[۱] دیکھئے: مولانا مناظر احسن گیلانی کی تدوین حدیث، [۲] سورۃ الفرقان: ۳۲

ومجتمع کی درستگی کی کامیاب عملی شکل ہے، مذکورہ تفصیل کا منشا اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ نزولِ قرآن کے پورے ۲۳ سالہ عہد، اسکی ابتدا وانتہا، احوال وکوائف، مواقع ووقائع، تعبیرات واصطلاحات اور بالخصوص دعوت محمدیؐ کے مزاج ومنہاج کو اچھی طرح جانے سمجھے بغیر احکامِ شرع کو ان کے "ظاہری الفاظ اور محض لغوی معنیٰ" کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرنا نہایت ناسمجھی اور کم فہمی کی بات ہے۔

(۵) یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا دور دین اور صفاتِ اسلامی کی عملی تصویر ہونے کے اعتبار سے جامع ترین اور کامل ترین دور تھا، جب تک آپ موجود تھے سمع وطاعت آپ کے پروانوں کا شیوہ تھا، اور آپؐ کے بعد بھی عوام صحابہؓ ضرورت کے مواقع پر خواص صحابہؓ کے علم وفقہ کا اعتبار کرتے رہے، آپؐ کی طرف کسی غلط بات کو منسوب کرنا یا دین میں نفسانیت اور ہواوہوس کو راہ دینا وہ لوگ گویا جانتے بھی نہ تھے۔ اس کے بعد جیسے جیسے آپ کے دور سے دوری ہوتی گئی مسلمانوں میں تمام صفاتِ اسلامیہ کمزور ہوتی چلی گئیں اور ایسا ہونا ایک فطری وتکوینی امر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے سے متصل تین دور کو خیر القرون قرار دیا: **خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم**[1]، اسی طرح حدیث دیانت میں صفتِ دیانت وامانت کے دھیرے دھیرے زوال پذیر ہونے کی خبر دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: آخر میں ایسا دور آجائیگا کہ لوگ پورے پورے قبیلہ میں سے کسی ایک شخص کا تعارف دیانتدار ہونے کی حیثیت سے کروائیں گے"۔ اسی طرح آپؐ کا یہ ارشاد بھی ذخیرہ احادیث میں موجود ہے کہ ہر آنے والا دور گذرے ہوئے دور سے باعتبار دین ودیانت کمتر ہوگا، خود ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخی تجزیہ اس حقیقت کی صداقت پر ناقابلِ تردید ثبوت ہے، مزید یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہی حال حافظہ کی پختگی، تقویٰ اور پرہیزگاری اور

[1] صحیح بخاری فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲/۱۸۹

علومِ عالیہ میں تعمق و گہرائی، وفنونِ آلیہ میں وسعت و گیرائی کا بھی ہے کہ خیر القرون کے بعد سے مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ صفتیں امتِ مسلمہ میں قابلِ لحاظ حد تک انحطاط کا شکار ہوتی چلی گئیں اور ہوتی جارہی ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے اپنی سب مخلوقات کو یکساں قوت کا مالک نہیں بنایا ہے، ہر جنس مخلوق میں غور کیجئے اس کی انواع اور ہر نوع کے افراد کے مابین استعداد وصلاحیت میں نمایاں اور واضح فرق موجود ہے، ہر درخت برابر پھل نہیں دیتا، ہر لکڑی کی قوت ایک جیسی نہیں ہوتی، ہر پھول کی خوشبو مساوی نہیں ہوتی، ہر زمین کی پیداوار برابر نہیں ہوتی، ہر جگہ کا پانی ایک قوت ولذت کا نہیں ہوتا، ہر ستارہ کا حجم اور روشنی برابر نہیں ہوتی، ہر انسان کی عقل برابر نہیں ہوتی، ہر ایک کا ہاضمہ ایک جیسا نہیں ہوتا، ہر ایک کا حسن جدا ہوتا ہے وغیرہ بیشمار مثالیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ ومصالحِ تکوینیہ سے اپنی مخلوقات حتی کہ انسانوں کی بھی استعدادوں کے مابین نمایاں فرق رکھا ہے۔ بلاشبہ وہ مدبر کائنات اور قائم الارض والسماوات ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے، پس! جس طرح اس نے تمام مخلوقات کی استعدادوں وصلاحیتوں میں کمی بیشی کا فرق رکھا ہے اور انسانی صلاحیتوں میں بھی اس کا یہ قانون جاری وظاہر ہے، اسی طرح اس نے علم وفہم میں بھی اپنے سب بندوں کو ایک معیار پر نہیں رکھا فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ[1] کہ "ہر صاحبِ علم پر اس سے بڑا عالم موجود ہے" نیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرامؓ جیسی مبارک ومحترم جماعت سے فرمایا "لیلنی منکم اولو الاحلام والنھی"[2] تم میں سے جو لوگ صاحب فہم و دانش ہیں وہ نماز میں مجھ سے قریب کھڑے ہوا کریں، اسکے علاوہ بے شمار مثالیں ہیں جو اس حقیقت کے شریعت میں معتبر ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ علم وفہم میں سب

[1] سورۂ یوسف:۷۶، [2] مسلم کذا فی مشکوۃ:۱/۳۱۸

مسلمان برابر نہیں ہو سکتے۔

(۷) دین کے احکام عبوری طور پر دو طرح کے ہیں، بعض وہ ہیں جو بالکل واضح، عام فہم اور محکم ہیں، جنہیں پڑھنے کے ساتھ ہی کوئی زبان داں بغیر کسی تشریحی مدد کے ان کی مراد و مفہوم کو بآسانی سمجھ سکتا ہے، اس میں ایمانیات یعنی عقیدۂ توحید و رسالت و آخرت وغیرہ نیز حسنِ اخلاق و عادات اسی طرح حسنِ معاملت و معاشرت، اور بندگی و عبادت کے عام احکام شامل ہیں، ان کے برخلاف بعض دوسرے احکام ہیں جو متشابہ، محتمل المعانی، یا بظاہر متعارض ہیں، جنہیں پڑھنے یا سننے کے بعد ایک عام آدمی اپنے علم و فہم کی کوتاہی کی وجہ سے الجھن کا شکار ہو جاتا ہے، نہ وہ کوئی مفہوم متعین کر پاتا ہے، نہ تعارض کو دور کر پاتا ہے، نہ ہی ان کے مختلف مواقع تلاش کر کے ان پر منطبق کرنے کی سکت رکھتا ہے، اس قسم میں حلال و حرام، طہارت و نجاست، نکاح و طلاق اور دیگر معاملات و عبادات کی بہت سی جزئیات داخل ہیں، یہ دوسری قسم ہے جو عام پڑھے لکھے آدمی کی دسترس سے باہر ہے، اس کیلئے کسی راسخ فی العلم، قرآن و حدیث کے ماہر اور عربی زبان و ادب پر قادر، ساتھ ہی دیانتدار و پرہیزگار عالمِ دین کی ضرورت ہوتی ہے، جو ہر مسئلہ میں اس سے متعلق تمام نصوص، ان کی درایتی و روایتی حیثیت اور استدلالی قوت کی اچھی طرح چھان بین کر کے ناسخ و منسوخ، مقدم و مؤخر، وغیرہ کی تعیین کر سکے اور اسبابِ ترجیح اور وجوہِ تطبیق وغیرہ جیسے بنیادی اصولوں کے ذریعہ انکی شرعی حیثیت کو متعین کر سکے اسی طرح ان میں جو ظاہری اختلاف و تضاد نظر آ رہا ہے اس کو حل کر سکے۔

(۸) علم دین کا یہی وہ حصہ ہے جس میں ایک عالم کو بھی دوسرے عالم کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائے کہ عوام! ارشاد نبوی ہے "جس شخص نے بغیر علم کے فتویٰ

دیا تو اس کا وبال اسی پر ہے"۔[1] اس سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں کچھ لوگ فتویٰ لینے کے پابند ہیں اور کچھ فتویٰ دینے کے قابل ہیں، سب مسلمان علمی اعتبار سے یکساں صلاحیت کے حامل نہیں ہیں، اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مسئلہ بتانا یا فتویٰ دینا یا بالفاظِ دیگر قرآن وحدیث سے مسائل استنباط کرنا یہ ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے، اس کے لئے علم وفہم کی معتد بہ صلاحیت درکار ہے۔

(۹) جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بغیر قرآن وحدیث اور ان سے متعلق اصولی علم میں مہارت کے محض زبان دانی اور سطحی معلومات کے ذریعہ ہر شخص براہِ راست قرآن وحدیث سے مسائل واحکام کو صحیح طرح نہیں نکال سکتا، جس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چونکہ دین کی پابندی ضروری ہے تو قرآن وحدیث میں مہارت پیدا کرنا بھی ضروری ہے، جبکہ اس کا اُمت کے علماء میں کوئی بھی قائل نہیں، اور نہ ہی عہدِ رسالت سے آج تک کسی دور میں عملاً ایسا ہوسکا ہے، کیونکہ ایسا ہونا فطرتاً وعادتاً ناممکن ہے۔ ہر صاحبِ دانش وعقل جانتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے ہر فرد کو اس قدر علم کے حصول کا پابند کیا جاتا جس سے وہ کتاب وسنت سے براہِ راست احکام نکال لینے کے قابل ہوجائے تو یہ حکم اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ بن کر پورے نظامِ زندگی کی تباہی کا سبب ہوجاتا، اور کارخانہ عالم کا کاروبار ہی ٹھپ پڑ جاتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے تمام بندوں کو پورے علم کے حاصل کرنے اور خود ہی احکامِ دین کو سمجھ کے ان پر عمل کر لینے کا پابند نہیں بنایا البتہ ان میں سے ایک جماعت کو اس کام کیلئے مختص ہونے کا حکم دیا، تاکہ وہ پورے علم دین کے ماہر بن کر دوسروں کو بوقتِ ضرورت راہنمائی کریں۔ ارشاد ربانی ہے: **فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ**[2] **وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ**[3] یا اور

[1] ابوداؤد: ۳۲۱ [2] سورۃ التوبۃ: ۱۲۲ [3] سورۃ النساء: ۸۳

ان جیسی دوسری آیات اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے بہت کافی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن وحدیث کیبہت سے احکام ومسائل ایسے بھی ہیں کہ معمولی واقفیت اور سطحی علم کے ذریعہ ان کے حقیقی منشا اور صحیح مراد کو نہیں پایا جاسکتا ادھر یہ بھی مسلم ہے کہ ہر مسلمان اپنے کو بہت زیادہ علمی استعداد حاصل کرنے اور کتاب وسنت پر عبور حاصل کرنے کے لئے فارغ نہیں کرسکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس کا پابند قرار دیا ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت ہر زمانہ میں دو طبقوں میں منقسم رہی ہے اور رہے گی، ایک وہ طبقہ جو معمولی ومختصر علم ودانش رکھتا ہے، دوسرا وہ جو علم دین کی تفصیلی دلائل اور نظائر کی وسعت، اور علوم دینیہ پر عبور کامل رکھتا ہے۔

(۱۰) ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں دین پر ثبات قدمی واستقامت اور زیغ وضلال سے حفاظت کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ ''کم علم اور کم فہم'' طبقہ اس ''کثیر العلم اور ماہر کتاب وسنت طبقے'' کے علم وعقل پر اعتماد کرکے اور ان سے پوچھ پوچھ کر اطاعتِ خدا ورسول کا فریضہ ادا کرتا رہے، اور یہ دوسرا طبقہ دن رات کتاب وسنت کے احکام میں غور وفکر کرتے ہوئے امت کی ضرورت اور حالات کے مطابق ان کی دینی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتا رہے۔ فقہ کی اصطلاح میں پہلے کو مقلد دوسرے کو مجتہد کہتے ہیں۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ[1] جیسی آیات اور انما شفاء العی السوال، فاقتدوا بالذین من بعدی ابابکر وعمر[2] جیسی احادیث کا یہی مطلب ہے، اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اس کم علم وفہم طبقہ کا —— جو خود سے احکام کا استنباط نہیں کرسکتا اسلئے وہ علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کرنے کا پابند کیا گیا ہے —— ''عالم مجتہد'' سے اس کے قول کی دلیل پوچھنا محض لغو ولایعنی اور فضول عمل ہے، اس لئے کہ اگر وہ اس کے قابل

[1] سورۃ النحل: ۴۳ [2] ترمذی: ۵/۳۷۵

ہوتا تو وہی عالم اور مجتہد ہوتا، پھر اگر اس کو بتلا بھی دیا جائے تو وہ بے چارہ کیا خاک سمجھ سکتا ہے؟

(۱۱) ایک آخری بات یہیں صاف ہو جانا چاہیے کہ عام مسلمان کسی عالم سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول کا کیا حکم ہے؟ اور عالمِ مجتہد جب جواب دیتا ہے تو دراصل اپنے نزدیک اس مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی جو انتہائی تحقیق ہے اس کو بتلاتا ہے یعنی تقلید واجتہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعتِ مطلقہ میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی، نہ مقلد کی جانب سے نہ مجتہد کی طرف سے، کیونکہ مقلد مجتہد کی رائے معلوم نہیں کرتا منشائے دین کو جاننا چاہتا ہے، اور مجتہد اپنے نفس وخواہش سے جواب نہیں دیتا بلکہ کتاب وسنت سے بنیادی اصولوں کی روشنی میں اخذ کردہ حکم بتلاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا عوام کیلئے یہی سیدھا معقول ومنقول راستہ ہے اور بالکل عقل وفطرت کے مطابق ہے۔[1]

ان گیارہ بنیادی باتوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اب تقلید کی تعریف ملاحظہ کیجئے:

**التقليد: عبارة عن اتباع الانسان غيره فيما يقول او يفعل، معتقداً للحقية فيه من غير نظر وتأمل فى الدليل**[2] یعنی تقلید نام ہے اپنے غیر کے قول یا فعل کا اس کے حق ہونے کے اعتقاد کی وجہ سے دلیل کو دیکھے اور پرکھے بغیر اتباع کر لینا۔

**التقليد: العمل على قول من لا حجة له بلا حجة**[3]

---

[1] اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ممکن ہی نہیں، حتیٰ کہ غیر مقلد حضرات کے ہاں بھی یہی ہوتا ہے کہ ان کی عوام نہ ہر مسئلہ کی خود تحقیق کر سکتی ہے اور نہ ہی اپنے علماء پر اعتماد سے گریز کر سکتی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہ تقلید کریں تو عین توحید ہے اور ہم کریں تو سراسر شرک وکفر! کوئی حد ہے اس ظلم وجہل کی۔ [2] کتاب التعریفات للجرجانی: ۷۲، [3] تیسیر التحریر: ۲/۲۴۱

"تقلید نام ہے ایسے شخص کے قول پر بلا طلب دلیل عمل کر لینے کا کہ جس کا قول فی نفسہٖ حجت نہیں ہے" یعنی وہ نبی نہیں ہے، اس کا اپنا قول حجت نہیں ہے، رہ گیا اس کا کتاب وسنت سے استخراج کر کے کسی حکم کا بتلانا تو وہ بلا شبہ حجت ہے اور عام آدمی کیلئے اس کا اتباع لازم ہے، اب بلا طلب دلیل کی شرط پر بظاہر اشکال ہوسکتا ہے مگر وہ اشکال بھی باطل ہے، اسلئے کہ جب اس سائل میں سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے تو اس کا دلیل طلب کرنا اور عالم کی طرف سے بتلانا دونوں فضول اور بے معنیٰ عمل ہیں، اس لئے کہ اگر دلائل کو سمجھنے اور ان میں فرق کرنے کا اہل ہوتا تو وہ خود مجتہد ہوتا مقلد نہ ہوتا۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ تقلید کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جس شخص کے پاس قرآن وحدیث کا پورا علم نہیں اور وہ شریعتِ مطہرہ کے مزاج اور مسائل اخذ کرنے کے بنیادی اصولوں سے بھی اچھی طرح واقف نہیں اس کا کسی عالم مجتہد کی دیانت وامانت، دین میں مہارت اور عقل وعلم کی کثرت پر اعتماد کرتے ہوئے مسئلہ معلوم کر کے اس مسئلہ پر ـــــ بلا طلب دلیل ـــــ عمل کر لینا، اور وہ بھی صرف تحقیق طلب اور مختلف فیہ مسائل میں، نہ کہ محکم اور متفق علیہ مسائل میں یعنی صرف ان مسائل میں جو مفہوم کے اعتبار سے مبہم، معانی کے لحاظ سے محتمل ومتشابہ، مضمون کی حیثیت سے بظاہر متعارض یا مضطرب ہوں آپ ہی دیانت سے بتلایئے کہ اس تعریف اور تفصیل کی روشنی میں کون شخص ہوگا جو صاحبِ علم ودانش بھی ہو اور عوام الناس کیلئے تقلید کی ضرورت کا منکر بھی ہو؟ ہاں! عقل وعلم سے کورا ہو، مزاجِ اسلام اور اس کے فطری نظام سے بے خبر ہو یا پھر ضد وتعصب کا بیمار ہو تو اور بات ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء اسلام اور ائمہ دین نے اس ضرورت کو تسلیم اور اس کے موافق عمل کو ضروری سمجھا ہے۔[1] بہر حال! اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ جمہور

[1] دیکھئے راہ اعتدال: ۵۳، ۵۴

امت کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ عوام الناس کیلئے سب سے اسلم ومحفوظ راستہ تقلید ہی کا ہے، اور یہ کہ تقلید کا یہ راستہ قرآن وحدیث، تعامل صحابہؓ اور عقل سلیم کے ذریعہ ثابت ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے علماء نے چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابوں میں جمع کردی ہیں، وہ کتابیں چھپی ہوئی ہیں اور بازار میں ہر جگہ دستیاب بھی، تعصب سے آزاد ہوکر دیانت وامانت کیساتھ ان رسائل کا مطالعہ انشاء اللہ تعالیٰ سرمۂ بصیرت ثابت ہوگا۔

گذشتہ تفصیل سے قارئین کرام کو اتنی بات تو سمجھ میں آگئی ہوگی کہ تقلید نہ کفر وشرک ہے نہ بدعت وضلالت، بلکہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت اہم دینی ضرورت اور دین پر ثابت قدم رہنے کا محفوظ ومؤثر ذریعہ ہے، اب اس کے بعد ایک سوال اور رہ جاتا ہے وہ یہ کہ چلو تقلید واقعی اہم اور ضروری سہی مگر کسی ایک امام مجتہد کی تقلید کی پابندی کیوں ضروری ہے؟ مقلد کو اختیار ہے کہ وہ جب جس کی چاہے تقلید کرلے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جائز تو دونوں صورتیں ہیں اور تعامل صحابہؓ وتابعین سے ثابت بھی، لیکن آپ غور کریں کہ تقلید کی دو اہم مصلحتیں ہیں، ایک شارع کے صحیح منشا پر عمل آوری دوسرے ہوا وہوس کے شکار ہوجانے سے حفاظت، تقلید مطلق کے ذریعہ غیر مجتہدین کے لئے پہلی مصلحت کا حصول تو ممکن ہے دوسری مصلحت کا حصول ممکن نہیں، تجربہ وتعامل عام سے یہ بات واضح اور ثابت ہوگئی کہ ہوا وہوس کے عموم اور دیانت وامانت ورع وتقویٰ کی دن بہ دن کمی کی وجہ سے اتباع دین کے بجائے اتباع نفس ورائے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ جبکہ اسلام اتباع ہوا وہوس کو خطرناک مہلکہ قرار دیتا ہے، قرآن وحدیث میں اس کی شناعت وخباثت بکثرت وارد ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

اَضَاعُوْا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوْا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا یعنی "نبیوں کے بعد پھر ایسے ناخلف لوگ وجود میں آ گئے جنھوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات نفسانیہ کے درپئے ہو گئے، سوعنقریب یہ غی میں داخل کئے جائیں گے۔" اسی طرح حدیث پاک میں "اعجاب کل ذی رای برائیہ" کو علامات قیامت میں شمار کیا گیا، اور "ھوی متبع" کو مہلکات وموبقات میں سے فرمایا گیا ہے، اس لئے امت کو اس موذی مرض سے بچانا بھی بہت ضروری تھا، جس کے نتیجہ میں دین ومذہب کا اتباع ختم ہو کر ہوائے نفسانیہ کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکامات ہوس پرستی، مفاد پسندی اور تاویلات باطلہ کے ذریعہ کھیل تماشہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ (جس کی واضح اور خطرناک وشرمناک مثالیں مضمون کے دوسرے حصے میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔) اسی خطرہ کے مدنظر خیر القرون کے بعد کے علماء نے بڑی دور اندیشی اور معاملہ فہمی سے کام لیتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں امت کے لئے تقلید شخصی کو ـــــ سدذریعہ سے کی رو سے ـــــ لازم اور ضروری قرار دے دیا، جس پر ـــــ کچھ علماء کو چھوڑ کر ـــــ پوری امت کے سلف وخلف کا اجماع ہو گیا، اور یہی طریقہ تواتر وتوارث کے ساتھ آج تک قائم ہے، **فالحمد للّٰہ علی نعمائہ الشاملۃ و آلائہ الکاملۃ**

اس کے برخلاف ادھر کچھ عرصہ سے ایک طبقے کی جانب سے ـــــ جس میں بعض اہل علم وفضل اور اکثر کم علم وغیر معتبر حضرات شامل ہیں ـــــ تقلید کا یہ مسئلہ بڑی شدومد بلکہ غلو وافراط کے ساتھ اٹھایا جا رہا ہے، گو ہر زمانہ میں چند علماء "نفس تقلید یا تقلید شخصی" کی ضرورت کے مخالف ومنکر رہے، لیکن ان حضرات میں اعتدال تھا اور وہ اپنی تحقیق میں مخلص ومعذور تھے، پھر ان کا طریق اختلاف بھی بہت حد تک مخلصانہ ومنصفانہ ہوا کرتا تھا، نیز وہ لوگ مقلدین کی حقانیت، ائمہ مجتہدین کی عالی مقامی، وفورِ علم اور تحقیق میں مخلص وصادق ہونے کے نہ صرف بدل

وجان قائل تھے بلکہ ان کے احترام واکرام اور تعظیم مقام میں کسی قسم کی کوتاہی یا کم ظرفی سے کوسوں دور اور بے تہذیبی و بے ادبی سے سخت نفور تھے، مگر اب اس جماعت میں ایک ایسا کم فہم وناسمجھ طبقہ وجود میں آیا ہے جو مبادیات دین واصول اور فقہ سے قطعاً ناواقف اور بالکل سطحی ذہن ومزاج کا حامل ہے، اس طبقہ کا ماننا ہے کہ جب قرآن وحدیث مرتب ومدون شکل میں ہمارے سامنے موجود ہیں، اور احادیث کی معیاری تقسیم وتعریف بھی ہوچکی ہے تو اب کسی امام مجتہد کی کیا ضرورت ہے؟ ائمہ مجتہدین اور فقہا وعلماء کی اتباع کرنے کے بجائے براہِ راست قرآن و حدیث کا اتباع کر لینا ہدایت کیلئے کافی ہے، نیز یہ کہ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کم درجہ کی حدیث کی طرف دیکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، جب کہ خود محدثین کے نزدیک اس فنی تقسیم کا وہ مفہوم نہیں جو ان حضرات نے اختیار کیا ہے، لیکن آج بچہ بچہ کا حال یہ ہیکہ چند حدیثیں، چند محدثین کے نام، چند مسائل کو لے کر امت میں تفریق وانتشار اور تکفیر کا بازار گرم کر رہے ہیں، اور اپنے علاوہ پوری امت مسلمہ کو کبھی مشرک، کبھی یہودی اور کبھی ائمہ کے پجاری اور خدا جانے کن کن الزامات سے نواز رہے ہیں، صبح وشام کا مشغلہ اور زبان وقلم کا مصرف ائمہ کرام اور علماء عظام کی توہین کرنا بنائے ہوئے ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ فروعی اختلافات ـــــ جن میں سے ہر پہلو کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہے ـــــ کو اصولی اور اعتقادی اختلاف کا درجہ دے کر اپنے موقف کی طرف اس طرح دعوت دے رہے ہیں جیسے گمراہوں کو ہدایت کی طرف، یا باطل پرستوں کو حق پرستی کی طرف یا کفار ومشرکین کو ایمان وتوحید کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ جاننے والے جانتے بوجھتے اور نہ جاننے والے انجانی ونادانی میں وہ منھ شگافیاں اور خامہ زوریاں دکھار ہے ہیں کہ خردسر پیٹ رہی ہے، اور دین ودیانت کا جنازہ نکل رہا ہے، **والعیاذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم** اور جب سے عرب ممالک کے چند آزاد خیال

واباحیت پسند علماء ان کے ہاتھ لگ گئے اور اس سطحی خیال میں پھنس گئے تب سے تو کیا کہنا ان جہالتوں کی نہ تو کوئی حد ہے نہ انتہا، وہ باتیں انشاء اللہ تعالیٰ میں آگے نقل کروں گا جن سے آپ ہمارے اس دعوے کا ثبوت پائیں گے۔

اس طبقہ کے لوگ اپنے کو اہل حدیث، سلفی، اثری، محمدی، مدنی اور خدا جانے کن کن ناموں سے موسوم کرتے ہیں، مگر عملی صورتحال یہ ہے کہ یہ لوگ حدیثوں کا نام ضرور لیتے ہیں مگر اپنی منتخب واختیار کردہ حدیثوں کے علاوہ دیگر حدیثوں پر عمل نہیں کرتے، خواہ وہ احادیثِ صحیحہ ہی کیوں نہ ہوں۔ سلفی کہلاتے ہیں مگر سلفِ صالحین کے سخت مخالف ہیں، اثری بنتے ہیں مگر نہ کسی صحابی کے اثر کو قبول کرتے ہیں نہ تابعین وائمہ مجتہدین کا اتباع کرتے ہیں، محمدی بننے کا شوق ہے مگر اسوہ محمدی سے کوسوں دور ہیں، مدنی لکھتے ہیں مگر ہیں ہندوستانی، واقعہ یہ ہے کہ جو حال ان کا اپنی نسبتوں کے ساتھ ہے وہی حال پورے دین کے ساتھ ہے۔

الغرض دین پر ثبات اور کما حقہ اتباع کی ایک تو تقلید واتباع والی شکل تھی جو گذشتہ سطروں میں بیان کی گئی اور جسے بفضل اللہ تعالیٰ وعونہٖ جمہور علماء کرام اور مسلمانوں کے "سواد اعظم" نے اختیار کیا اور الحمد للہ کہ یہ لوگ اخلاص وللہیت کے ساتھ کتاب وحکمت کے منشا کے مطابق، علماءِ راسخین، ائمہ مجتہدین اور سبیل المؤمنین کے اتباع کی برکت سے آج تک ہر قسم کی بے راہ روی اور گمراہی، بے ادبی و بے تہذیبی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کے جرم سے محفوظ ومامون ہیں (عملی کوتاہیاں علاحدہ چیز ہیں، اس سے نہ وہ خالی ہیں نہ ہم!) اور جس قدر بھی اعمال، اشغال، موعظت، تذکیر، اصلاحِ اُمت کی مساعی، فرقِ باطلہ ضالہ کا مقابلہ، الحاد وارتداد کے حملوں سے ملت کا دفاع، عقائد اسلامی کا تحفظ، مختصر یہ کہ حفاظت واشاعت اسلام کی جو بنیادی وکلیدی محنتیں پورے عالم میں اس وقت تک ہو رہی

ہیں ـــــ کس طرح اللہ کا شکر ادا کیا جائے کہ ـــــ بفضلہٖ تعالیٰ وہ سب یا ـــــ ان کا بڑا حصہ ـــــ اسی جماعت حقہ اور سواد اعظم کے حصہ میں آئیں۔ **اللھم لانحصی ثناء ا علیک انت کمااثنیت علی نفسک**

اس کے برخلاف جن لوگوں نے دوسری صورت ـــــ خودمختاری وآزادی کی ـــــ اختیار کی، تقلید کو غیر ضروری بلکہ کفر وشرک کے برابر جرم سمجھا اور اس نہایت معقول ومقبول، فطری اور کتاب وسنت اور تعاملِ سلف سے ثابت طریقہ کار کی نامعقول وغیر مستند طریقہ سے مخالفت کرتے رہے، تاریخ وتجربہ شاہد ہے کہ نہ ان کی منطقی گاڑی زیادہ دور تک چل سکی نہ ہی ان کے استدلال نے بہت دیر تک یاوری کی، کچھ دور اور کچھ مسائل تو ظاہر نصوص سے کام چلا سکے مگر بات آمین بالجہر، رفع یدین، قرأت خلف الامام جیسے چند جزوی اور محض ترجیحی مسائل سے ذرا آگے بڑھی تو انہی شارحینِ حدیث اور فقہاء کرام کی بیساکھیوں کے محتاج ہونا پڑا جن کی اتباع کو شرک فی النبوت کہنے سے تک دریغ نہ کیا تھا، اسلئے کہ ان چند جزوی مسائل اور اختلافی موضوعات تک دین محدود نہیں الدین الکامل کو اگر صحیح شکل میں دیکھنا ہے تو علماء اعلام، فقہاء اسلام اور محدثین کرام سب ہی سے مدد لینی پڑتی ہے، چند منتخب حدیثوں کو رٹ کر مسلمانوں کے درمیان ناپسندیدہ افتراق تو پیدا کیا جاسکتا ہے دین قیم اور دین کامل کی صحیح تصویر پیش نہیں کی جاسکتی۔ میں غیر مقلدین کے معتبر علماء کی بات تو نہیں کرتا ـــــ کہ وہ اس سطح کے لوگ نہیں ہیں ـــــ مگر اب جو کھیپ میدان میں اُتری ہوئی ہے جس پر خود ان سنجیدہ علماء واکابرِ جماعت کا بھی کچھ بس نہیں چلتا صرف ان کا رونا رو رہا ہوں، ان میں عوام بھی ہیں علماء کہلائے جانے والے بھی ہیں، البتہ ان بزرگوں سے اتنی شکایت ضرور ہے کہ ان کی طرف سے ان غلط بیانیوں اور نادرست حملوں پر کرنے اور غالی لوگوں کو اعتدال پر لانے

کی سعی کسی سمت سے نظر نہیں آتی ، لامحالہ ہم کو اس موضوع میں دخل دینا اور جہلاء کے خلاف کبھی کبھی زبان وقلم تیز کرنا پڑتا ہے۔

الغرض! جب ان مدعیانِ عمل بالحدیث کا سکہ چند مخصوص اور مقصود کے اعتبار سے کم اہم مسائل سے آگے دیگر مسائل دین واحکام شریعت میں کچھ زیادہ نہیں چلتا اور علماء ربانیین کی گرفت مضبوط ہونے لگتی ہے تو اس میں ایسے ایسے گستاخ پیدا ہوجاتے ہیں جو آنکھیں بند کر کے لاٹھی گھمانا شروع کر دیتے ہیں، خواہ اسکی زد میں ائمہ کرام آجائیں یا صحابہ عظام! ہمارے نزدیک دراصل عدم تقلید کا یہی سب سے بڑا مضر ومفسد پہلو ہے جس نے اباحیت واجازت کا نہ بند ہونے والا دروازہ کھول دیا اور خود کو نہ سمجھ میں آنے والی ہر بات رد کر دینے اور صحیح وضعیف کے پس پردہ احادیثِ رسول وآثارِ صحابہؓ کی حجیت کو جھٹلا دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جسے دیکھو بخاری کا ترجمہ ہاتھ میں لے کر ائمہ کرام وصحابہ عظام کا وزن تولنے اور گردن ناپنے پر تلا ہوا ہے، نہ اصولِ تفسیر سے باخبر ہوتا ہے نہ ہی اُصولِ حدیث کی شد بد ہوتی ہے، نہ صحیح کی فنی تعریف معلوم ہے نہ ضعیف کی حقیقت سے واقف! مگر اصرار یہ ہے کہ فقہاء اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، حدیثِ صحیح کو چھوڑ کر مخالفتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہوئے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ تو ان کی نظر عالی میں کسی حساب میں نہیں آتے ، انھیں وہ حدیث کے میدان میں "طفلِ مکتب" بھی ماننے کے لئے تیار نہیں، آج چھوٹے چھوٹے مکتبوں میں کمسن بچے کم ازکم چالیس احادیث تو سنا ہی دیتے ہیں اور نام نہاد اہل حدیثوں ـــــ غیر مقلدوں ـــــ کے نزدیک امام اعظم صرف سترہ حدیثوں سے باخبر تھے۔ **فیاحسرۃ علیھم ویا للعجب!**

اللہ روحوں کو ٹھنڈی رکھے اور بے انتہا رحم فرمائے ان علماءِ راسخین پر جنھوں نے عوامِ امت کیلئے اپنی بصیرت خداداد کے ذریعہ تقلید کو واجب کر کے اس آزادی

وبے راہ روی سے بچالیا ہے ورنہ کیا عجب کہ اس دین کا اسی وقت جنازہ نکل گیا ہوتا، اور آج ہمیں خدا کا یہ دین نفس پرستوں کا کھلونا بن کر پہنچا ہوتا، حیرت ہے کہ ان چشم کشا تجربات کے بعد بھی ان اللہ والوں اور پاک بازوں کی جلالتِ علمی و بلند نگاہی کا یہ لوگ اعتراف نہ کر سکے۔

ان مدعیان "عمل بالحدیث" کی کجروی وگمرہی کا یہ نقشہ ممکن ہے آپ کے قلوب پر ہمارے قلم سے بہت شاق گذر رہا ہو اور بارگراں معلوم ہو رہا ہو، اس لئے ہم چاہتے ہیں اسی جماعت کے متصلب اور پختہ خیال بزرگوں واکابر کے قلم سے ہیچند جواہر پارے ناظرین کی خدمت میں پیش کریں جن میں انہوں نے اپنی جماعت کے جہلاء کا یہی رونا رویا ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ مشہور ہے **صاحب البیت ادری بما فیه**، ملاحظہ فرمائیں:

☆ نواب صدیق حسن خان صاحب جو اس جماعت کے قابل اور صاحبِ تصانیف علماء میں سے ہیں، اپنی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریاکار فرقہ پیدا ہوا ہے جو باوجود ہر قسم کی خامیوں کے قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عمل کا مدعی ہے حالاں کہ اس فرقہ کو علم وعمل اور (اصولِ احکام کی) معرفت کے ساتھ کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں"۔[1]

"تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیوں کر اپنا نام خالص موحد رکھتے ہیں اور دوسروں کو (جو تقلید کرتے ہیں) مشرک کہتے ہیں، حالاں کہ یہ خود سب لوگوں سے بڑھ کر سخت متعصب اور غالی ہیں"۔[2]

☆ ایک اور بڑے غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی

---

[1] الحطہ فی ذکر صحاح الستہ: ۱۳۰ [2] ایضاً

کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، کفر وارتداد، فسق وفجور کے اسباب کے لئے بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں، وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہو جاتے ہیں"۔[1]

☆ صحاح ستہ کے اردو مترجم نواب وحید الزماں حیدر آبادی رقم طراز ہیں:

" غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انھوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماع کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ سلفِ صالحین، صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں، حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے، بعضے عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انھوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب وسنن اور اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مطلب نہیں ہے، غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے، ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضراتِ صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔[2]

☆ یہ پُرانے لوگ تھے تو پُرانی باتیں نہ سمجھیں، ماہنامہ "اہل حدیث" دہلی کے ایڈیٹر نے تو اپنے گھر کا سب کچھ کچا چھٹا سامنے رکھ دیا ہے اور تازہ ترین صورتِ حال سے واقف کرا دیا ہے:

"ہماری جمعیت مسلک کی دعوت وتبلیغ کیلئے نہیں بلکہ روپیہ، اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گئی ہے، عوام کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے اور مسلک وجماعت کا نام اور منصب کا بلیک میل کیا جا رہا ہے، جس شخص کے پاس جمعیت کا عہدہ اور

[1] اشاعت السنۃ:۲/۱۱ [2] حدیث اور اہل حدیث :۱۰۳

منصب ہو وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب دُنیا میں چمکتا ہے، پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے، کیوں کہ اس منصب کے ذریعہ ویزا اور عرب شیوخ تک رسائی بہر حال آسان ہو جاتی ہے"۔[1]

ہمارا موضوع ہے" تقلید ضروری کیوں؟" آپ فیصلہ کیجئے اکابر غیر مقلدین نے ترکِ تقلید کے مضرات ونقصانات کا جو تجزیہ وتجربہ پیش کیا ہے اس کے بعد بھی مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کیا غیر مقلدین کی فکری وعملی گمراہی کا یہ چشم دید نقشہ، عینی مشاہدہ ترکِ تقلید کے ہر طرح مضر ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ بات اب بھی نہیں سمجھ میں آئی تو آگے چلئے، راقم اپنے چند ذاتی تجربات پیش کرتا ہے:

۱) میں نے مسجدِ نبوی شریف کے صحن میں ایک غیر مقلد نوجوان کو یہ تقریر کرتے ہوئے سنا:

"حنفی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر پر آکر انھیں زندہ سمجھ کر سلام کرتے ہیں اور ان سے سفارش واستغفار کی درخواست کرتے ہیں، جب کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے اے نبی! آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ اب مجھے بتاؤ کہ مردوں کے پاس آکر اس طرح کہنا کیسے صحیح ہوگا؟"

صرف نظر اس کے کہ ہمارا عقیدہ اس سلسلہ میں کیا ہے اور کیوں ہے، صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ اندازِ بیان اور کلماتِ گستاخانہ کس ذاتِ عالی کے متعلق کہے جارہے ہیں، آپ اس کا تصور کریں اور منکرینِ تقلید کی اس بے تہذیبی پر آنسوؤں کے بجائے خون روئیں۔

۲) حرم شریف میں ایک دوسرے غیر مقلد نوجوان کی تقریر:

"مسلمانو! تمہاری وہ نمازیں جو تم نے حنفی طریقہ سے پڑھی ہیں ایک بھی نہیں

[1] مجلّہ اہل حدیث: ۲ مارچ ۱۹۹۰ء

ہوئی۔ساری زندگی برباد ہوگئی، اب تو کم از کم نماز پڑھنا سیکھ لو، بغیر رفع یدین کے نماز ہی نہیں ہوتی، ہمارا امام صرف ہمارا نبی ہے۔اس کے علاوہ کسی کو امام ماننا شرک ہے۔سعودی حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہیکہ اس نے حرم مکہ میں سے چار مصلے ختم کر کے سب مسلمانوں کو ایک امام پر جمع کیا، جب تک سعودی حکومت نے مسجدِ حرام میں سے چار مصلے نکال کر کچرے میں نہیں پھینک دیئے جب تک حرم میں بھی شرک گھسا ہوا تھا"۔

میں ان ہفوات پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتا اس لئے آپ ایک مرتبہ اور نظر ڈالئے اور سوچئے کہ کیا اسمیں کچھ بھی سچائی ہے؟۔

۳)ایک غیر مقلد امام مسجد کی تفسیر بالرائے ملاحظہ فرمایئے:

" جو نمازیں چھوٹ گئیں ان کی قضا نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن میں ہے: نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، اسلئے قضا نمازوں سے بس توبہ کر لینا کافی ہے"۔

۴)انہی کی یہ تفسیر بھی غور سے پڑھئے اور سر دھنئے:

"ان اللّٰہ وملئکتہ یصلون علی النبی (الآیۃ) کا ترجمہ دراصل یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ سے اپنے نبی پر قرآن اُتارا ہے، اے ایمان والو! تم اس قرآن پر عمل کرو"۔

دیکھئے ظالم نے اس بدترین من گھڑت توجیہ کے وقت، عقل، علم، لغت سب کچھ بالائے طاق رکھ کر کس طرح تحریفِ قرآن کا ارتکاب کیا ہے۔

۵)ایک غیر مقلد خطیب صاحب خطبہ جمعہ میں ارشاد فرما رہے ہیں:

"ائمہ اربعہ کو برحق کہنے والوں کو اپنے منہ کی طہارت لینی چاہئے"۔

۶)حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جماعتِ صحابہؓ میں بڑے عالم وفقیہ سمجھے جاتے ہیں، تاریخِ اسلام اور تاریخِ صحابہؓ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی اس بات کو اچھی

طرح جانتا ہے، لیکن ایک غیر مقلد کے سامنے ان کی روایات پیش کی گئیں تو جواب ملتا ہے:

"ان کو چھوڑو، ان کا حافظہ کمزور تھا، وہ بہت سی باتوں کو بھول جایا کرتے تھے"

۷) ایک صاحب کا قول ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء کہنا جائز نہیں"۔ جب کہ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ،[1] وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلَىٰ بَعْضٍ[2] خود قرآن میں موجود ہے۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار باتیں ہیں جو طبقے کے لوگوں سے راقم کی سنی ہوئی ہیں یا دیگر علماء نے ان کے خطیبوں سے سن کر نقل کی ہیں، اب تو فونوں پر جو طرح طرح کے میسیجز بھیجے جارہے ہیں، جو آپس میں تبصرے ہورہے ہیں ان کی بڑی تفصیل ہے، یہ موقع تفصیل کا نہیں ہے ان زبانی تجربات کے علاوہ ان کے کتب ورسائل کے چند اقتباسات بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

۸) حضرت عائشہؓ کا کیا مقام ہے وہ ہر مسلمان کو معلوم ہے وہ ام المؤمنین ہیں اور ان کی پاکبازی کی شہادت قرآن کریم میں موجود ہے، لیکن ایک غیر مقلد عالم جناب عبدالحق بنارسی کی دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے:

"انھوں نے (یعنی حضرت عائشہؓ نے) حضرت علیؓ سے جنگ کرکے ارتداد کیا اور اگر بلا توبہ ان کی موت ہوئی تو یہ کفر پر موت ہے"۔[3]

۹) حضرت عمر فاروقؓ صحابی رسولؐ اور خلیفہ دوم ہیں، احادیثِ شریفہ میں ان کی اطاعت کا حکم موجود ہے، نبی نے ان پر اعتماد کیا ہے اور ان کے قلب وزبان پر حق کے جاری ہونے کے بشارت دی ہے، لیکن غیر مقلدین کو ان پر اعتماد نہیں ہے، نبی ان کے طریقہ کو سنت کہتے ہیں اور غیر مقلدین ان کے طریقہ کو بدعتِ عمری کہتے ہیں، یہ قول ملاحظہ کیجئے:

---

[1] سورۃ البقرۃ:۱۵۳ [2] سورہ بنی اسرائیل:۵۵ [3] کشف الحجاب:۳۱ بحوالہ مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی از مولانا بنارسی

"بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے ان میں غلطی کی، ان مسائل کے دلائل سے وہ بے خبر تھے"۔[۱]

۱۰) ان لوگوں کا تراویح کو "بدعتِ عمری" کہنا اور حضرت عثمانِ غنیؓ کی جاری کردہ اذان کو "بدعتِ عثمانی" قرار دینا سب کو معلوم ہے، جب کہ ہر شخص جانتا ہے کہ بدعت بدترین گناہ اور دین میں زیادتی کی مذموم کوشش ہے، سوچنا چاہئے کہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ اور خلیفہ ثالث ذوالنورین حضرت عثمانِ غنیؓ جیسے اکابر صحابہ کیا بدعت کے مرتکب ہو سکتے ہیں؟[۲]

۱۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ "السابقون الاولون" میں سے ہیں، دامادِ رسول ہیں، علومِ اسلامی اور نبی امین کے امین ہیں، کتبِ حدیث ان کے فضائل سے بھری پڑی ہیں، مگر نام نہاد اہل حدیث کا عقیدہ ہے:

"سیدنا علی کے خود ساختہ حکمرانہ عبوری دور کو خلافتِ راشدہ میں شمار کرنا صریحاً بددیانتی ہے"۔[۳]

۱۲) جنتی نوجوانوں کے سردار، ریحانۃ الرسول، جگر گوشۂ بتول، حضراتِ حسنین کرامؓ جیسی قابلِ احترام ہستیوں کی تنقیص وتوہین سے بھی ان کا اعمال نامہ خالی نہیں ہے:

"حضراتِ حسنین کو زمرہ صحابہؓ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی یا اندھا دھند تقلید کی خرابی ہے"۔[۴]

۱۳) زاہد الامت، صحابی رسول، حضرت ابو ذر غفاریؓ جن کی بڑے بڑے صحابہ کرامؓ عزت کرتے تھے، غیر مقلدین ان کے احترام کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور شرفِ صحابیت، الٰہی قبولیت، سب کو نظر انداز کرتے

---

[۱] شاید ان حضرات کا عقیدہ شیعوں کی طرح یہی ہوگا کہ بعض صحابہ نبی کے بعد صراطِ مستقیم سے بہک گئے تھے اور شاید اسی وجہ سے ان حضرات کے نزدیک صحابہ کرام کا قول وفعل حجت نہیں ہے۔ [۲] التاج المکلل ص:۲۹۲ [۳] خلافتِ راشدہ از حکیم فیض عالم ص:۶۵ [۴] سیدنا حسن ابن علی از حکیم فیض عالم ص:۳۲

ہوئے انھیں کمیونزم سے متاثر قرار دیا جارہاہیکہ وہ

''ابن سبا کے کمیونسٹ نظریات سے متاثر ہوکر ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹ لے کر بھاگ اُٹھتے تھے''۔[1]

۱۴) صحابہ کرام بھی بشر تھے، انبیاء کی طرح معصوم عن الخطا نہ تھے، ان سے بلاشبہ غلطیاں ہوئیں لیکن ان کا سچی توبہ کرنا اوراس توبہ کا مقبول ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ان کے لئے خلافِ ادب زبان وقلم کا استعمال بالاتفاق حرام و ناجائز ہے۔ لیکن ایک غیر مقلد عالم کے دل کی بھڑاس دل پر پتھر رکھ کر پڑھئے کہ وہ صحابی رسولؐ ماعز اسلمیؓ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں:

''یہ (شخص) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے صحابہؓ کسی عزوہ کیلئے نکلتے تو مردوں کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر جنس زدہ بدمعاش کی طرح عورتوں کا تعاقب کرتا تھا''۔[2]

اسی طرح حضرت غامدیہؓ کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

''وہ آزاد قسم کی بدپیشہ عورت تھی''۔[3]

۱۵) ائمہ جرح وتعدیل نے ''**الصحابۃ کلھم عدول** '' کہہ کر تمام صحابہ کو قابلِ اعتماد اور عادل ٹھہرایا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ تمام کے تمام دیانتدار، پاکباز اور صادق القول تھے، لیکن غیر مقلدین اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، ان کا کہنا ہے کہ:

''صحابی کا قول قابلِ حجت نہیں''۔[4]

قصہ مختصر یہ کہ پوری جماعت صحابہ ہی غیر معتبر ہے، پھر جب اس محروم ادب جماعت کے سفاک ہاتھوں سے حضرات خلفاءِ راشدین، اہلِ بیت اطہار، ازواجِ مطہرات، اور عامۂ صحابہ کرامؓ کا وقار واعتبار نہ بچ سکا تو محدثین وفقہاء کس قطار

---

[1] خلافتِ راشدہ ص:۴۳ [2] تدبر قرآن :۳۷۰/۳۵ [3] ایضاً:۲/۵/۷ [4] التاج المکلل :۲۹۲ [4] صدیقہ کائنات:۱۰۶

وشمار میں آسکتے ہیں، خود ہی سمجھا جا سکتا ہے! پھر بھی نمونۃً چند مثالیں اس کی بھی پیش کی جاتی ہیں۔

۱۶) حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" میں واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر تہمت والے مشہور واقعہ کو روایت فرمایا ہے۔ اس کی وجہ سے ان پر ایک غیر مقلد صاحب شدید برہم ہیں۔ اسی برہمی کی حالت میں امام بخاریؒ کے اعتماد واستناد کی دھجیاں یوں بکھیرتے ہیں:

" دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں "[1]

یعنی نادان پاگل ہیں، اس لئے کہ علمی اصطلاح میں "مرفوع القلم" نابالغ بچے یا مخبوط الحواس آدمی کے لئے مستعمل ہے۔

۱۷) امام ترمذیؒ عظیم محدث ہیں "سنن ترمذی" ان کی علمی یادگار ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے، دنیا آج تک ان کا نام احترام سے لیتے آئی اور ان کی سنن سے فائدہ اٹھاتی رہی ہے، ان کی سنن کے بارے میں بھی " غیر مقلدین" کی رائے معلوم کر لیجئے:

" معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کے بعد کسی سبائی ٹکسال میں انھیں (ان حدیثوں کو) گھڑا گیا ہے"[2]

مجھے نہیں معلوم ہوسکا کہ ہر مسئلہ میں صریح وصحیح حدیث کا مطالبہ کرنے والے غیر مقلدین نے کس کشف وکرامت کے ذریعہ یہ انکشاف کیا ہے؟

۱۸) ابن شہاب زہریؒ زبردست محدث اور پایہ کے عالم ہیں، سب سے پہلے کہا جاتا ہے کہ "تدوینِ حدیث" کا انھیں کو شرف حاصل ہے، ان کے حق میں ایک غیر مقلد صاحب نے درج ذیل انکشاف کیا ہے:

---

[1] صدیقہ کائنات: ۱۰۶ [2] ایضاً: ۱۰۸

"منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن، خبیث ومکذوبہ روایتیں ان کی طرف منسوب ہیں"۔[۱]

۱۹) اہل سنت والجماعت سے تو ان لوگوں کو یہ بغض وعداوت ہے جو آپ نے پڑھ لیا، اس کے بالمقابل روافض اور قادیانیوں سے قلبی تعلق وہمدردی، مودت و محبت کس قدر ان میں پائی جاتی ہے، اسے بھی ملاحظہ کیجئے اور حضراتِ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ان لوگوں کا رافضیانہ عقیدہ ذرا کلیجہ تھام کر پڑھئے:

"کچھ صحابہ فاسق تھے، جیسا کہ ولید اور اس کے مثل کہا جائیگا معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ کے حق میں" لا یجوز لھم الترضی [۲]

یعنی ان لوگوں کیلئے رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں، عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بلا استثنیٰ تمام صحابہ کو رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ فرمائیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو سبق سکھا رہے ہیں کہ لا یجوز لھم الترضی

اسی طرح حضرت معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ کے بارے میں کہتے ہیں:

"دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے"۔[۳]

۲۰) قادیانی باتفاقِ امت کافر ہیں، بچہ بچہ الحمدللہ اس سے واقف ہے، لیکن حضراتِ صحابہ کرامؓ کو فاسق، باغی اور سرکش وشریر قرار دینے والے غیر مقلدین کا "قادیانی مرتدین" سے حسن ظن اور اعتماد کا کیا حال ہے؟ ان کے بڑے عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری سے سنئے:

"میرا مذہب وعمل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز سمجھتا ہوں، وہ شیعہ ہو یا مرزائی"۔[۴]

نماز کی طرح وہ قادیانی عورت سے نکاح کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔

"میرے ناقص علم میں مرزائن سے نکاح جائز ہے"۔[۱]

---

[۱] صدیقہ کائنات: ۸۰ [۲] نزل الابرار ص: ۹۴ [۳] رسائل اہل حدیث: ۹۳ [۴] اخبار اہل حدیث: ۲۱/اپریل ۱۹۵۱ء

دیکھئے اور دیدۂ عبرت سے دیکھئے ! مسلمانوں کے سواد اعظم "اہل سنت والجماعت " سے کٹے تو کہاں جا کے پہونچے :

(۲۱) کم علمی جہالت و بے علمی کے باوجود تقلید کو حرام قرار دے کر "عمل بالحدیث" کے دعوے نے ان بے چاروں کو ضلالت و گمراہی کے جس دلدل میں پھنسا دیا ہے اور جس طرح کے شرمناک وخطرناک فتاویٰ ان کے زبان وقلم سے صادر ہونے لگے ہیں، انھیں دیکھ کر ایک مخلص غیر مقلد عالم مولانا داؤد غزنویؒ کا بھی کلیجہ پھٹنے لگا اور وہ اپنی جماعت کی اس خطرناک صورتحال پر اس طرح ماتم کناں ہیں:

" جماعتِ اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بددعا لے کر بیٹھ گئی، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے، کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے، پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے، یا زیادہ سے زیادہ گیارہ، اگر کوئی بڑا احسان کرے تو سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے، جو لوگ اتنے جلیل القدر عالم کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہیں ان میں اتحاد و یکجہتی کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے؟ **یا غربة العلم انمااشکو بثی وحزنی الی اللّٰہ**" [۲]

(۲۲) اس جماعت کی فکری آزادی اور مذہبی بے راہ روی نے اسے کہاں تک پہنچایا ہے؟ اس کی چند مثالیں آپ نے پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمالیں، اسکے بعد ہر ایک صاحبِ سمجھ آدمی اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ جائے گا کہ ترکِ تقلید دراصل گمراہی کا ایک دروازہ ہے، اس میں داخل ہونے والا ضلالت کی کسی بھی حد تک پہونچ سکتا ہے اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں ہے، تجربہ کار اور آزمودہ غیر مقلد علماء کی بھی یہی رائے ہے، ایک غیر مقلد عالمِ مولانا عبدالواحد خانپوری کا ارشاد ملاحظہ ہو:

" اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث، مبتدعین، مخالفین سلف صالحین، جو

[۱] اخبارِ اہل حدیث ۲/نومبر ۱۹۳۴ء [۲] مولانا داؤد غزنوی: ۱۳۶

حقیقت ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث وخلیفہ ہوئے ہیں شیعہ ورافضی کے یعنی شیعہ جس طرح پہلے مسلمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق تھے"[1]

(اسی طرح جھوٹے اہل حدیث بھی کفر ونفاق کا دروازہ ہیں) پھر انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ قادیانی، مرزائی چکڑالوی جیسے ملاحدہ وزنادقہ سب اسی دروازہ سے برآمد ہوئے ہیں اور اپنے ایک مشہور زمانہ عالم کو تو "خاتم الملحدین" کے نام سے موسوم کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے "غیر مقلدیت" کے نتائج کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ آنکھوں دیکھا حال ہے جو نا قابل تردید حقیقت بن چکا ہے، چنانچہ نمونہ از خروارے:

| | | |
|---|---|---|
| مرزا غلام احمد قادیانی | پہلے غیر مقلد | پھر قادیانی |
| اس کا خلیفہ حکیم نورالدین | پہلے غیر مقلد | پھر قادیانی |
| سرسید احمد خان | پہلے غیر مقلد | پھر منکرِ حدیث |
| اسلم جیراجپوری | پہلے غیر مقلد | پھر منکرِ حدیث |
| غلام احمد پرویز | پہلے غیر مقلد | پھر منکر حدیث |
| عنایت اللہ مشرقی | پہلے غیر مقلد | پھر ملحد و بے دین |
| ڈاکٹر احمد دین | پہلے غیر مقلد | پھر ملحد و بے دین |
| عبداللہ چکڑالوی | پہلے غیر مقلد | پھر منکر حدیث |
| نیاز فتح پوری | پہلے غیر مقلد | پھر دہریہ |
| مسعود احمد | پہلے غیر مقلد | پھر امام مفترض الطاعۃ |

ایک تازہ ترین مثال بھی آخر میں ملاحظہ کیجئے جو مجھ سے یہیں[2] کے ایک عالم دین نے بتلائی کہ ان کے علاقہ میں ایک تعلیم یافتہ نوجوان دین کی طرف راغب ہوئے اور دھیرے دھیرے ترقی کرتے ہوئے ماشاء اللہ خاصے متبع سنت ہوگئے،

[1] التوحید والسنۃ: ۶۲، ۶۳ [2] تمل ناڈو

وضع قطع اسلامی، نمازوں کی پابندی، حلال وحرام کی تحقیق اور تمام احکام کی پابندی کرنے لگے، اس بے چارے پر کسی غیر مقلد کی نظر پڑ گئی انھوں نے اسے سمجھایا کہ "تقلید شرک ہے اور تم اتنی ساری محنت جو مقلد بن کر کر رہے ہو بیکار ہے اور ہم (نام نہاد) اہل حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کی اتباع نہیں کرتے"۔ مختصر یہ کہ کسی طرح انھیں غیر مقلد بنایا، اب وہ ہر معاملہ میں "حدیثِ صحیح" کی تلاش کرنے لگے اور ان کو جب ان کی تحقیق میں کوئی صحیح حدیث نہ ملتی تو دھیرے دھیرے ایک ایک سنتِ نبی ترک کرنا شروع کیا، حدیثوں میں ایسے اُلجھے کہ اپنی بے مائیگی علم اور اصولِ دین سے ناواقفیت کی بناء انھیں حدیثیں ہی غلط ومن گھڑت معلوم ہونے لگیں[1] نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ دن کے بعد منکر حدیث ہو گئے اب دیکھئے کہ اس خود مختاری اور من مانی کا بدترین اور خوفناک انجام کیا ہوا کہ اس شخص نے خود ان عالم سے کہا: (**العیاذ باللّٰہ ثم العیاذ باللّٰہ**) "کسی مسلک اور جماعت کا قصور نہیں ہے دراصل اُمت کو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نے طرح طرح کی باتیں کہہ کر کنفیوز (Confuse) کیا ہے اور وہی اس کے ذمہ دار ہیں"۔

میں تو اس کی نقل کرنے کے لئے بھی بار بار سوچتا رہا اور ڈرتا رہا کہ کہیں اس کی نحوست میں شریک نہ کر دیا جاؤں۔ مگر "نقل کفر کفر نہ باشد" کے مدنظر اُمت کو ترک تقلید کے خطرناک نتائج کی عملی شکل بتلانے اور انھیں خبردار کرنے کے لئے ضروری سمجھ کر نقل کر دیا اور مجھے اس شخص کے ان الفاظ اور اس کے گمراہ کن فیصلہ پر ذرا تعجب نہیں کہ اس کی مثل اور اس سے بڑھ کر بھی میں نے حیدرآباد کے تارکینِ تقلید جاہل نوجوانوں کی زبانوں سے سن لیا ہے، اللہ ہی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

نہ معلوم ان کے بڑے کس خواب وخیال میں ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ

---

[1] امام مسلمؒ نے مقدمہ میں بڑی پتہ کی بات فرمائی ہے کہ "عوام الناس کے لئے جو اصول سے ناواقف ہیں زیادہ احادیث کا معلوم ہو جانا مضر ہے" اپنے کو محدثین کے طریق پر قرار دینے والے غیر مقلدین کم از کم اس عظیم المرتبت محدث کی اس نصیحت کو مان لیتے مگر.....

دانستہ نہ سہی نادانستہ ہی سہی کسی "اسلام دُشمن سازش" کا شکار ہو گئے ہوں؟[1]

اس لئے کہ انھیں اب بھی اپنے برحق ہونے پر اصرار ہے اور ان حالات کو دیکھ کر بھی سنبھلنے اور قوم کو سنبھالنے کیلئے تیار نہیں، بلکہ بقصد وارادہ من گھڑت، خود ساختہ اور خانہ زاد الزامات وضع کر کے ہندوستان کے علماءِ احناف ـــــ جو دراصل ہندوستانی مسلمانوں کے دین وایمان کے حق میں زمیں پر اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہیں ـــــ کو علماءِ عرب کے سامنے مشتبہ وبدنام کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ اس سراسر جھوٹ وبہتان پر نہ اللہ سے شرم کر رہے ہیں، نہ حساب کے دن سے ڈر رہے ہیں، جس کی واضح مثال اور بین ثبوت ان کی تازہ عربی تصانیف "الدیوبندیۃ" اور "الجماعۃ التبلیغیۃ" ہیں جس میں انھوں نے دین ودیانت، عدل وانصاف اور سچائی کا خون کیا ہے، جسکی نظیر اختلافاتِ امت کی تاریخ میں ملنا مشکل ہے لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ

یہ ترکِ تقلید کی وہ دینی مضرتیں ہیں جن کے مدنظر علماء متقدمین نے عوام مسلمین کو تقلید ہی نہیں "تقلید شخصی" کا پابند کر کے ان مضرتوں اور دیگر خطرات سے محفوظ کر لیا تھا، آپ غور کریں کہ کیسے کیسے علماء ومحدثین، عباقرہ علم وعمل، اور جبال دین ودیانت نے اس تقلید کا اہتمام کیا ہے آخر کس طرح ان سب کو گمراہ ومشرک قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دم سے اسلام زندہ رہا اور ہے:

خدا یاد آئے جنھیں دیکھ کے وہ نور کے پتلے
نبوت کے وارث ہیں یہ یہی ہیں ظل رحمانی

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ قرآن وحدیث پر عمل کے لئے ان علماءِ ربانیین پر اعتماد کریں اور "سبیل المؤمنین" کی اتباع کے اپنے مسلم ومتوارث طریق کو ان

[1] ان کے بقول جب ابن شہاب زہریؒ جیسا محدث سازشوں کا شکار ہے تو یہ بے چارے کس حساب میں آئیں گے؟

گمراہانِ فکر وخیال اور مفلسانِ علم وتقویٰ کے سطحی الزامات واعتراضات سے متاثر ہوکر ترک نہ کر بیٹھیں، ورنہ جو حشر انکا ہوا ہے وہ ہمارا بھی ہوسکتا ہے۔

**اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔**

# آخرت کی تیاری

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش وعشرت ومستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مجذوبؒ